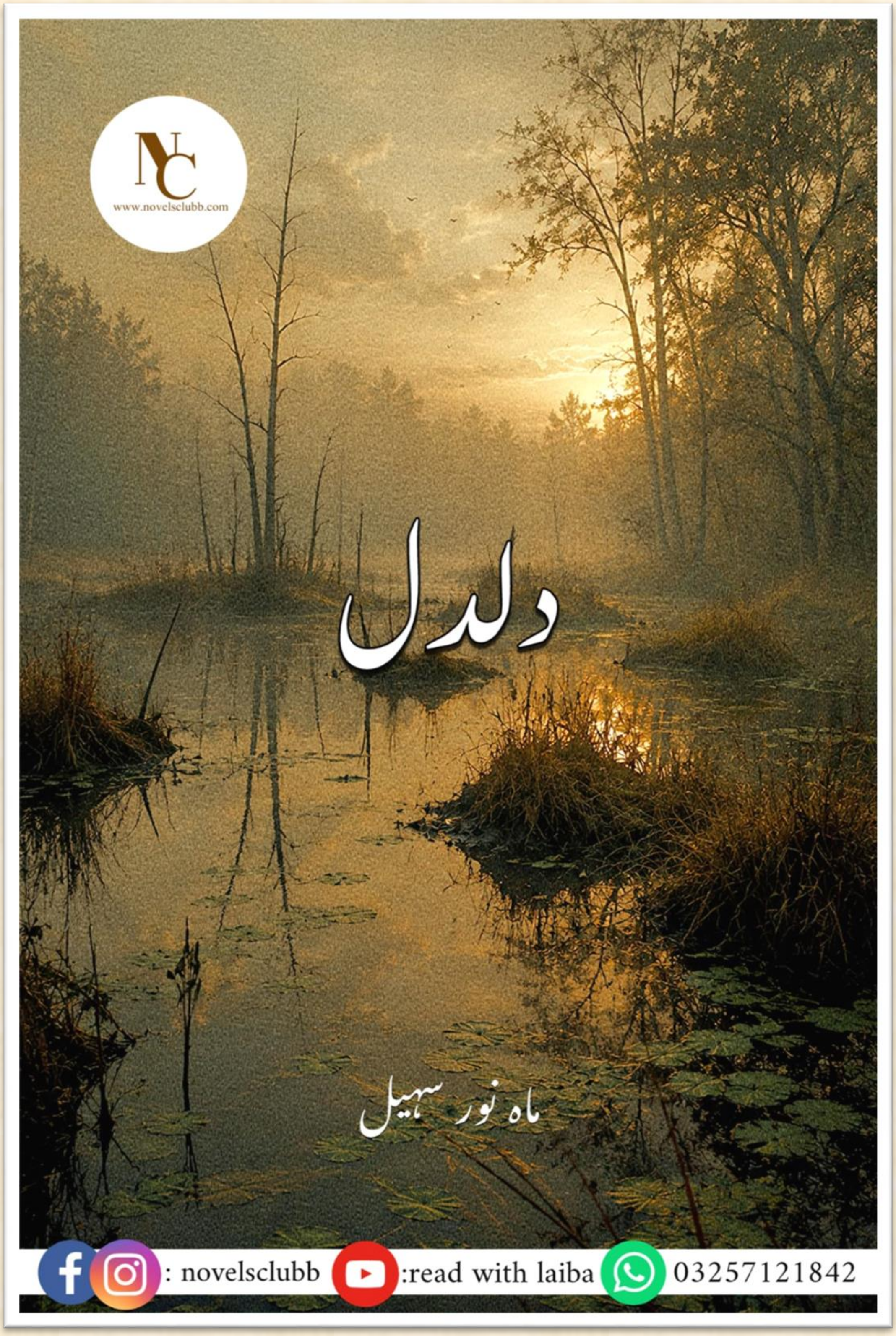
www.novelsclubb.com
دلدل
ماہ نور سہیل
: novelsclubb
:read with laiba
03257121842

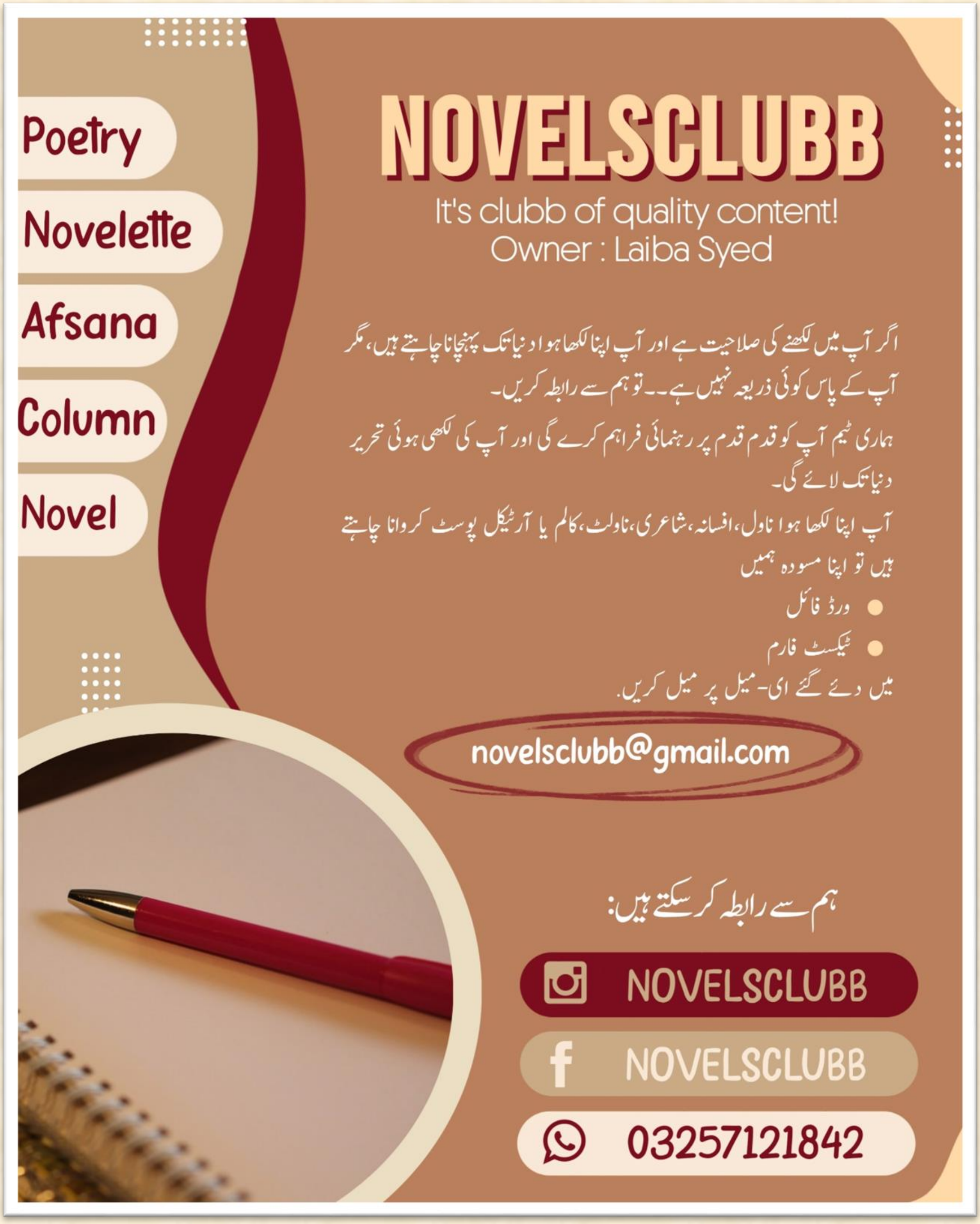

Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

دلدل

از قلم

ماہ نور سہیل

Clubb of Quality Content!

قسط نمبر 1

انتساب

ہر اُس شخص کے نام جو کسی دلدل میں دھنس چکا ہے، مایوسی کے دلدل میں، گناہوں کے دلدل میں یا اُن خاموش اندھیروں میں جہاں انسان خود کو کھو بیٹھتا ہے۔ شاید یہ کہانی کسی کے لیے اُس دلدل سے نکلنے کا راستہ بن جائے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

مایوسی کے اندھیروں میں کبھی یہ مت بھولو کہ عزت، ذلت، کامیابی، ناکامی، رزق اور مقام سب اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ دنیا کے لوگ تمہیں گرا سکتے ہیں، تمہارا مذاق اڑا سکتے ہیں یا تمہاری قدر نہ کریں، مگر اگر اللہ تمہارے ساتھ ہو تو کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ہر مشکل کے بعد آسانی ہے اور ہر رات کے بعد صبح۔ اس لیے اپنے رب سے امید کا دامن کبھی نہ چھوڑو، کیونکہ وہی دلوں کے حال جانتا ہے، آنسوؤں کی وجہ سمجھتا ہے اور ناممکن کو ممکن بنانے پر قادر ہے۔ جب

راستے بند نظر آئیں تو اللہ پر بھروسہ کرو، کیونکہ وہ ایسے دروازے کھول دیتا ہے جن کا انسان نے کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوتا۔ یاد رکھو، مایوسی شیطان کا ہتھیار ہے جبکہ امید مؤمن کی طاقت۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک وہ جب چاہے حالات بدل دے اور ذلت کو عزت، غم کو خوشی اور محرومی کو نعمت میں تبدیل کر دے۔

ہر شخص اُسے حقارت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

وہی لوگ جو کبھی اُس کی ایک جھلک پر مسکرا دیا کرتے تھے، آج اُسی کو نفرت سے دیکھ رہے تھے۔

Clubb of Quality Content!

"بدکردار!"

یہ لفظ مجمع میں موجود ہر شخص کی زبان پر تھا۔

"اپنے ہونے والے شوہر کو کھا گئی!"

الزام تھے جو اُس کے وجود پر پتھروں کی طرح برس رہے تھے۔ گالیاں تھیں جو اُس کی روح کو چیرتی چلی جا رہی تھیں۔ وہ لڑکی بیچ مجمع کھڑی تھی سہمے وجود کے ساتھ لرزتی سانسوں کے ساتھ

جیسے ایک لمحہ اور گزرتا تو وہ وہیں ٹوٹ کر بکھر جاتی۔اچانک دروازہ کھلا۔ایک دراز قد مرد اندر داخل ہوا۔اُس کے قدموں کی چاپ سنتے ہی لڑکی کی سانس مزید اکھڑ گئی۔اُس شخص کا چہرہ ڈھکا ہوا تھا مگر آنکھیں واضح تھیں سیاہ، سرد اور بے حد خاموش ایسی آنکھیں جن میں نہ ہمدردی تھی، نہ نرمی صرف ایک ٹھہراؤ۔مجمع اب اُس کی طرف متوجہ تھا۔لوگ اُس کی سفید چادر پر کیچڑ اچھال رہے تھے۔کوئی اُس پر آوازیں کس رہا تھا تو کوئی پتھر پھینک رہا تھا۔پھر اچانک وہ دراز قد مرد اُس لڑکی کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔یوں جیسے خود کو دیوار بنا دیا ہو۔اگلے ہی لمحے ہر گالی، ہر پتھر، ہر ذلت اُس لڑکی تک پہنچنے کے بجائے اُس مرد کے حصے میں آنے لگی۔

"میں تمہارے لیے آیا ہوں اللہ نے مجھے بھیجا ہے تمہارے لیے" لڑکی نے آسکو یہ کہتے سنا اس کی آواز واضح نہیں تھی۔الفاظ ٹوٹے ہوئے مگر سمجھ آرہے تھے۔

....

لڑکے کو وہاں کھڑی عورت بے رحمی سے مار رہی تھی۔کمرے میں گھرا اندھیرا تھا۔وہ چیخ رہا تھا، چلا رہا تھا، مگر کوئی اس کی فریاد سننے والا نہیں تھا۔وہ آج بھی کسی خوفزدہ بچے کی طرح سہا ہوا تھا۔

اس کا وجود ساکت پڑا تھا، جیسے جسم نے روح کا ساتھ چھوڑ دیا ہو۔وہ حرکت کرنا چاہتا تھا بھاگنا چاہتا تھا مگر اس کے اعضا اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔اچانک کمرے کا دروازہ کھلا۔ایک لڑکی اندر داخل ہوئی۔وہ بنا کچھ کہے اس کے قریب آئی اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔اس کی انگلیاں نرم مگر مضبوط تھیں۔وہ لڑکے کو اندھیرے سے کھینچتی ہوئی باہر لے جانے لگی اور وہ بے اختیار اس کے پیچھے چلتا چلا گیا۔کچھ ہی لمحوں بعد وہ اسے اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے آئی۔لڑکی کا چہرہ دھندلا تھا۔وہ اس کے قریب جھکی اور اس کے کان میں سرگوشی کی۔آواز اتنی مدھم تھی کہ اگر اس کی سانس ذرا بھی تیز ہوتی تو شاید وہ سن نہ پاتا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میں تمہارے لیے آئی ہوں اللہ نے مجھے بھیجا ہے تمہیں اندھیروں سے نکالنے۔"

لاہور میں سردی بڑھ گئی تھی۔راتیں جلدی ہونے لگی تھیں۔اندرونِ لاہور میں بھی یہی عالم تھا۔لاہور کو زندہ دلوں کا شہر کہا جاتا ہے اور شاید درست ہی کہتے ہیں۔ہر طرف ہلچل مچی تھی۔سردیوں میں لوگ رات کو باہر نکل کر بیٹھ جاتے ہیں، یہاں بھی یہی حال تھا۔لاہور کا

پسماندہ علاقہ ہونے کے باوجود لوگوں کے دل بڑے تھے۔اس تنگ گلی کے آخر میں ایک چھوٹا سا مکان تھا۔لکڑی کا ٹوٹا پھوٹا دروازہ نجانے کتنے برسوں سے اس گھر کو ڈھانپے ہوئے تھا۔اگر گھر کے اندر جھانکو تو کچی دیواریں تھیں، صرف دو کمرے اور ایک چھوٹا سا دالان تھا۔کمرے کے دروازے کے بالکل ساتھ بیت الخلا اور منہ ہاتھ دھونے کی جگہ تھی، جبکہ اوپر جانے کے لیے لکڑی کی سیڑھی رکھی ہوئی تھی۔سردیوں میں شامیں ویسے ہی اداس ہوتی ہیں مگر اس گھر میں تو شاید غم کی کیفیت بسی ہوئی تھی۔چھت پر ایک لکڑی کی چارپائی رکھی تھی جس پر ایک دراز قد لڑکی لیٹی ہوئی تھی۔اس کا چہرہ دانوں اور مہاسوں سے پاک تھا۔لمبے ریشمی بال کمر سے نیچے تک گرتے تھے۔اُس کی آنکھیں نیلے سمندر کی طرح پُرکشش تھیں۔پلکیں جھکی ہوئی تھیں، شاید وہ سو رہی تھی، جب اسے سیڑھیاں چڑھنے کی آواز آئی مگر اس نے آنکھیں نہ کھولیں۔وہ جانتی تھی کہ کون ہوگا۔

"باجی، آنکھیں کھولو۔"

اوپر آنے والی لڑکی نے روایتی پنجابی لہجے میں کہا۔اس کی عمر بیس اکیس برس کے درمیان تھی۔ قد لمبا مگر چارپائی پر لیٹی لڑکی سے چھوٹا تھا۔کندھوں تک کٹے بال اور گندمی رنگت تھی۔چارپائی پر لیٹی لڑکی نے آنکھیں کھول کر اپنی بہن کی جانب دیکھا جو ہاتھ میں دو اسٹیل کی پیالیاں لیے کھڑی تھی۔اب کے وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور اسے اپنے ساتھ جگہ دی۔

"تھوڑی دیر پہلے آجاتی،میری نیند خراب کردی۔"

قد آور لڑکی نے خفگی سے کہا اور اس کے ہاتھ سے پیالی پکڑ لی۔سانولی رنگت والی لڑکی نے بے نیازی سے کندھے اچکائے اور اس کے ساتھ بیٹھ کر چائے کا گھونٹ بھرا۔قد آور لڑکی نے اس کی بے نیازی دیکھ کر آہ بھری اور خود بھی چائے پینے لگی۔اب وہ دونوں خاموشی سے چائے پی رہی تھیں جب گندمی رنگت والی لڑکی نے بولنے کا فیصلہ کیا۔

"ایک دن ہم اس غربت کی زندگی سے نکل جائیں گے،تم دیکھنا۔"

قد آور لڑکی نے حیرت سے اپنی بہن کو دیکھا۔ وہ روز روز ایسی باتیں نہیں کیا کرتی تھی۔

"اور یہ کیسے ہو گا؟" سانولی لڑکی نے ایک پل کے لیے اس کی طرف دیکھا اور پھر آسمان کو دیکھتے ہوئے جواب دیا،

"ہمارے شہزادے آئیں گے نا۔" قد آور لڑکی ہلکا سا ہنس دی پھر بولی۔

"ہنہ... ہم غریب لڑکیاں ہیں۔ ہم سے کسی کو محبت نہیں ہوتی، اور ہو بھی جائے تو نبھائی نہیں جاتی۔ ہمارا دن اس فکر سے شروع ہوتا ہے کہ آج کھانا کیسے آئے گا، آیا تو سب پیٹ بھر کر کیسے کھائیں گے۔ ہم سے اگر کسی کو محبت ہو بھی جائے تو ہم اس کے معیار پر نہیں اترتیں... اور وہ ہمیں چھوڑنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔" کس نرمی سے اس نے زندگی کی بے رحمی بیان کی تھی۔

سانولی رنگت والی لڑکی نے آنکھیں سکیڑ کر بدمزگی سے اپنی بڑی بہن کو دیکھا اور کہا، "تم اتنی تلخ کیسے ہو ایلاف؟ میں یہاں تمہارا موڈ ٹھیک کرنے آئی تھی اور تم مجھے یہ سب بتا رہی ہو۔ مجھے نہیں بننا تمہارے جیسی، میں اپنی دنیا میں ہی ٹھیک ہوں۔"

یہ کہتی وہ غصے سے اٹھی اور ایلاف کے ہاتھ سے چائے کی پیالی پکڑتی نیچے جانے لگی۔ ایلاف اسے جاتا دیکھ کر سر جھٹک کر رہ گئی اور منہ ہی منہ میں بڑبڑائی، "میں تلخ نہیں... حقیقت پسند ہوں۔"

اسلام آباد پاکستان کا دارالحکومت ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا کے خوبصورت ترین دارالحکومتوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہاں کا سبزہ اس کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ شہر سیاحوں کی توجہ کا مرکز بنا رہتا ہے۔ پاکستان کے دوسرے شہروں کی نسبت یہ شہر زیادہ صاف ستھرا اور منظم سمجھا جاتا ہے۔ رہائش کے لیے مختلف سیکٹرز قائم کیے گئے تھے، اور انہی میں سے ایک سیکٹر میں واقع محل نما گھر میں ملازمین نہایت مہارت سے اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔ مرکزی دروازے سے اندر داخل ہوں تو دائیں جانب وسیع لان دکھائی دیتا تھا جس پر نرم مخملی کارپٹ جیسی مصنوعی گھاس بچھی ہوئی تھی، جبکہ بائیں جانب پورچ میں قیمتی گاڑیاں قطار سے کھڑی تھیں۔ لان کو نہایت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ گھر کے اندر جانے والا دروازہ مکمل

شیشے کا تھا۔ اندر قدم رکھتے ہی ایک وسیع ہال نظر آتا جہاں سفید اور جامنی امتزاج کے جدید صوفے رکھے تھے اور فرش پر نرم و ملائم مخملی قالین بچھے تھے۔ ایک طرف ڈائننگ ہال تھا جہاں درمیان میں بڑا سا میز رکھا تھا، جس کے دونوں جانب چھ چھ کرسیاں ترتیب سے موجود تھیں، جبکہ دوسری طرف جدید طرز کا کشادہ کچن تھا جہاں ناشتے کے لیے مختلف لوازمات تیار کیے جا رہے تھے۔ تمام اسٹاف باہر سے بلایا گیا تھا، اپنے کام میں ماہر، جنہیں ایسے امیر گھروں میں بھیجنے سے پہلے مہینوں تربیت دی جاتی تھی۔ اسی خاموشی میں سیڑھیوں سے ایک ادھیڑ عمر شخص نیچے اترا۔ عمر پچاس پچپن کے درمیان ہو گی۔ وہ نہایت وقار کے ساتھ آکر کھانے کی میز پر بیٹھ گیا۔ اگر بالوں کو کالے رنگ سے نہ رنگا جاتا تو ان کی سفیدی واضح دکھائی دیتی۔ ملازمہ نے انہیں دیکھتے ہی فوراً اس کی طرف رخ کیا۔ وہ شاید ہیڈ ملازمہ تھی۔

"گڈ مارننگ سر۔" ملازمہ نے نہایت نفاست سے کہا۔ ادھیڑ عمر شخص نے محض سر کو جنبش دی اور موبائل میں مصروف ہو گیا۔

"ایلین، آج رات کی پارٹی کی تیاریاں کیسی جا رہی ہیں؟" اس نے سخت لہجے میں پوچھا۔ "سر تیاریاں مکمل ہیں مگر......" ایلین کہتے کہتے رک گئی۔ ادھیڑ عمر شخص نے سرسری نظر اس پر ڈالی اور دوبارہ موبائل پر نظریں جمالیں۔

"اگر کوئی غلطی ہوئی تو ذمہ دار تم ہوگی۔" اس نے نہایت سکون سے یہ بات کہی تھی، مگر ایلین کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے وجود پر برف ڈال دی ہو۔ وہ ابھی کچھ کہنے ہی والی تھی کہ راہداری کا دروازہ کھلا اور ملکہ سی چال لیے ایک عورت اندر داخل ہوئی۔ ہیل کی ٹک ٹک پورے ہال میں گونج گئی۔ اس نے سیاہ رنگ کی ٹائٹس کے ساتھ اسی رنگ کی آف شولڈر ٹی شرٹ پہن رکھی تھی جو اس کے انداز میں الگ ہی دلکشی پیدا کر رہی تھی۔ اس کے بال ہلکے گولڈن تھے آنکھیں سیاہ تھیں۔ کس ادا سے وہ چلتی ہوئی اندر آ رہی تھی۔ وہ سیدھا ہال سے گزرتی ڈائننگ ہال میں آئی۔ ایلین فوراً اس کی طرف بڑھی۔

"ویلکم میڈم۔" ایلین نے دھیمے لہجے میں کہا۔

اس نے ہلکا سا سر جھکایا۔ عثمان اسی کو دیکھ رہے تھے۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھے اور اس عورت کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔

"ویلکم بیک سویٹ ہارٹ۔" انہوں نے بے حد نرمی سے کہا۔ یہ کچھ لمحے پہلے والے شخص سے بالکل مختلف انداز تھا۔ ماریہ نے مسکرا کر ان کی جانب دیکھا اور کہا،

"میں نے آپ کو یاد کیا۔" عثمان یہ سن کر مسکرا دیے۔ اب وہ کھانے کی میز کی طرف بڑھے۔ ایک سربراہی کرسی پر عثمان صاحب بیٹھے جبکہ دوسری پر ماریہ۔

"کیسا رہا آپ کا دورہ؟" عثمان نے گفتگو کا آغاز کیا۔ "شاندار۔"

انہوں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اب ماریہ کی توجہ ایلین کی جانب ہوئی۔

"پارٹی کی تیاریاں کیسی ہیں؟"ایلین نے پہلے ماریہ کو دیکھا پھر عثمان کو اور ہولے سے کہا،"میم سب ٹھیک سے ہو رہا ہے پر...اریان سر نے کہا ہے وہ نہیں آ رہے۔"

یہ سن کر ماریہ آہستگی سے مسکرائی اور پوچھا،"وہ ہے کہاں؟"

"اپنے کمرے میں۔"

"تم کھانا لگاؤ، میں فریش ہو کر آتی ہوں۔"

وہ یہ کہہ کر اٹھیں اور سیڑھیاں چڑھنے لگیں۔ان کا رخ اریان کے کمرے کی طرف تھا۔نیچے عثمان بھی ہلکے سے مسکرا دیے۔وہ جانتے تھے کہ ماریہ کے لیے اپنے بچوں سے اہم کوئی نہیں تھا۔ماریہ راہداری سے گزرتی آخری کمرے تک آئیں اور دروازہ کھٹکھٹایا۔جواب ندارد۔انہوں نے آہستگی سے ہینڈل گھمایا۔دروازہ کھلا تھا۔وہ اندر داخل ہوئیں۔کمرے میں نیم اندھیرا تھا۔

روشنی کا واحد ذریعہ کھڑکی سے آتی دھوپ تھی۔ ماریہ نے اندر آتے ہی بلب جلا دیے۔ ان کے سامنے وہ بیڈ پر منہ کے بل پڑا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ ہنس دیں اور اس کے قریب جا کر بیٹھ گئیں۔

"اریان۔" ماریہ نے نرمی سے پکارا۔ جواب ندارد۔ اب وہ جھکیں اور اس کے بالوں کو چوما۔ اس بار اریان نے ان کی طرف دیکھا۔ گندمی رنگت، ماتھے پر گرتے بال، سنہری آنکھیں اور لمبی پلکیں چہرے کو چھوتی ہوئی۔ اس کا چہرہ ماریہ جیسا جبکہ آنکھیں عثمان جیسی تھیں۔

"مام مجھے ڈسٹرب مت کریں۔" نیند کے باعث آواز بھاری تھی مگر خفگی نمایاں تھی۔ "آئی ایم سوری بچے، مجھے کل ہی آ جانا چاہیے تھا مگر مصروفیات تھیں۔"

Clubb of Quality Content

ماریہ نے نرمی اور شرمندگی سے کہا۔ اب کے وہ اٹھ کر بیٹھا اور اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ کر چوما۔ وہ جواب دینے ہی والا تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا۔ ایک وجیہہ مرد اندر داخل ہوا۔ دراز قد، سفید رنگت، سلیقے سے جمے بال۔ کریم رنگ کی ڈریس شرٹ کے ساتھ براؤن ڈریس پینٹ، جبکہ بلیزر کو ہاتھ میں نفاست سے تھام رکھا تھا۔ مگر اس سب میں سب سے زیادہ متوجہ کرنے والی اس کی آنکھیں تھیں۔ سیاہ، گہری آنکھیں، لمبی پلکوں سے گھری ہوئی، کسرتی جسامت۔ وہ خوبصورت

تھا... بہت خوبصورت ،دروازے میں کھڑا وہ مسکرا رہا تھا، اور اس کے مسکرانے سے دونوں جانب ڈمپل پڑتے تھے۔ ماریہ اسے دیکھ کر مسکرائیں اور اپنی جانب آنے کا اشارہ کیا۔ وہ ان کی طرف آیا اور ماریہ کا ماتھا چومتے ہوئے کہا، "ہیپی اینی ورسری چھوٹی مام۔"

" تھینکس بیٹا۔" اب وہ ان کے قریب بیٹھ گیا اور ماریہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"تم ہی اریان کو سمجھاؤ، میری کہاں سنے گا۔" سیاہ آنکھوں والا لڑکا مسکرا دیا اور اریان کی طرف دیکھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، اریان بول پڑا، "بھائی ابھی میرا موڈ نہیں ہے آپ کا لیکچر سننے کا۔" سیاہ آنکھوں والے لڑکے نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

"میں کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ آفس چلو۔" پھر وہ ماریہ کی طرف متوجہ ہوا اور نرمی سے کہا،

"مام آپ پریشان مت ہوں، یہ آجائے گا۔" اب وہ وہاں سے اٹھا اور اریان کا جواب سنے بغیر کمرے سے نکلنے لگا کہ ماریہ نے اسے پکارا،

"اذہان۔" وہ مڑا اور سوالیہ نظروں سے ماریہ کو دیکھا۔

"ناشتہ کر کے جانا ہے۔" ماریہ کی آواز میں تنبیہ تھی اور وہ بے اختیار ہنس دیا "ٹھیک ہے مام۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

کھانے کی میز پر سب موجود تھے سوائے ایک کے، اور سب ایک دوسرے سے گفتگو میں مصروف تھے۔ عثمان رئوفی کی توجہ اذہان کی جانب ہوئی۔

"آج ملیحہ کو بھی آنا چاہیے تھا۔" آواز میں سنجیدگی تھی۔

"چھوٹے بابا، میں نے اس کو بتادیا تھا۔ وہ شہر سے باہر ہے اس لیے شاید مشکل ہو جائے۔" اذہان نے آگاہ کیا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ تمہاری اور اس کی شادی کا اعلان کر دوں۔ حیدر گروپ کے ساتھ سب کو تعلقات کا پتا چلے گا تو ہماری ساکھ اور مضبوط ہو گی۔" اذہان نے سر اثبات میں ہلایا مگر کچھ کہا نہیں۔ تبھی سیڑھیوں سے کسی کے نیچے اترنے کی آواز آئی۔ ایک چھوٹے قد کی لڑکی آہستہ آہستہ نیچے آئی۔ عمر بائیس سے تئیس برس کے قریب ہو گی۔ ابھی تک نائٹ ڈریس میں ملبوس تھی جو فرش کو چھو رہا تھا۔ اس کا چہرہ اذہان سے مشابہ تھا، دودھیا رنگت، تیکھے نقوش اور لمبے شہد رنگ بال جو اس وقت بے ترتیبی سے جُوڑے میں بندھے تھے۔ وہ خوبصورت تھی... مگر اس خوبصورتی میں زندگی نہیں تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے وجود سے روح کھینچ لی گئی ہو۔

وہ خاموشی سے آکر کھانے کی میز پر بیٹھی، سب کے پاس سے گزرتے ہوئے اریان کے ساتھ والی کرسی سنبھال لی۔ سب نے اس کی طرف دیکھا اور دل ہی دل میں افسردہ آہ بھری۔ وہ پہلے ایسی نہیں تھی... اس کے ماضی نے اسے ایسا بنا دیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بیٹا۔"اذہان نے سب سے پہلے پکارا۔ وہ اس سے عمر میں سات سال چھوٹی تھی، اسی لیے وہ پیار سے اسے "بیٹا" کہتا تھا۔

"آئی ایم فائن بھائی۔"اس نے خشک لہجے میں کہا اور اپنی توجہ کھانے کی طرف موڑ لی۔

"میں سوچ رہا تھا اگر تم میرے ساتھ شاپنگ پر چلو... تمہیں اچھا بھی لگے گا۔"اذہان نے اس کے رویے کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ لڑکی کے چہرے پر خوف کا سایہ سا لہرایا۔ اب وہ تیزی سے سانس لے رہی تھی اور ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑا رہی تھی۔

"ن... نہیں... و... وہ آ جائے گا..."اذہان فوراً اس کی طرف بڑھا۔ اس کے ساتھ ہی ماریہ، عثمان اور اریان بھی گھبرا کر اس کی جانب آئے۔

پھر سے وہی پینک اٹیک۔"شش... کوئی نہیں آ رہا۔"اذہان نے نرمی سے کہا اور اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ وہ بہن بھائیوں میں سب سے زیادہ اذہان کے قریب تھی، اور پچھلے چند ماہ سے، جب سے اسے پینک اٹیک آنے لگے تھے، وہ کسی سے بھی بات نہیں کرتی تھی... اریان سے بھی نہیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بیٹا..."ماریہ نے بے حد نرمی اور احتیاط سے اسے پکارا۔ وہ اونچی آوازوں سے ڈر جایا کرتی تھی، مگر اس نے جواب نہ دیا۔اذہان نے پہلے ماریہ اور عثمان کے پریشان چہرے دیکھے، پھر اریان کی طرف متوجہ ہوا۔

"مام، بابا...آپ لوگ جائیں۔ میں اور اریان رانیا کو دیکھ لیتے ہیں۔"اذہان نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ماریہ ماں تھی، پریشان ہو جانا فطری تھا۔ پھر اس نے رانیا کی طرف دیکھا۔اس کی حالت اب کچھ بہتر ہو رہی تھی۔ وہ ہمیشہ ایسی ہی تھی...چند لمحوں بعد خود کو سنبھال لیتی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

....

کمرہ نیم روشن تھا۔ روشنی پردوں سے چھن کر اندر آ رہی تھی۔ باہر موسم ابر آلود تھا اور ہوا میں خنکی گھلی ہوئی تھی۔اس وقت وہ تینوں رانیا کے کمرے میں موجود تھے۔اذہان بیڈ کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھا تھا جبکہ اریان بیڈ پر رانیا کے قریب بیٹھا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے ہوئے تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟"

اریان نے نرمی سے پوچھا۔ اس کے اپنے ہاتھ بھی کانپ رہے تھے۔ وہ ایک بہن کو کھو چکا تھا... اب رانیا کو نہیں کھونا چاہتا تھا۔

رانیا نے اس کی طرف دیکھا اور ہلکا سا سر ہلایا۔

ناولز کلب
Club of Quality Content

"آئی ایم سوری... میں نے آپ لوگوں کو پریشان کر دیا۔" اس نے شرمندگی سے کہا تو اذہان خاموشی سے سر ہلا کر رہ گیا۔

اریان نے اس کا ہاتھ چوما اور دھیمے لہجے میں بولا، "تم ہمیں کبھی پریشان نہیں کرتی۔"

"اب تمہیں باہر نکلنا ہو گا بیٹا۔ آج مام بابا کی اینیورسری ہے، اور اگر تم آئی تو انہیں اچھا لگے گا۔" اذہان نے نرمی سے کہا۔ رانیا نے کرب سے آنکھیں بھینچ لیں۔

"کیا کروں...؟ جب بھی باہر جانے کی کوشش کرتی ہوں تو پھر وہی چہرہ نظر آتا ہے۔"اس کی آواز بھیگی ہوئی تھی مگر آنکھوں سے آنسو نہیں نکل رہے تھے۔

"تمہیں کوشش کرنی چاہیے ہمارے لیے، اپنے لیے۔"اذہان نے دھیرے سے کہا۔وہ بنا کچھ بولے آنکھیں موند کر دوسری جانب رخ موڑ گئی

محلے کا وہ گھر ہمیشہ کی طرح خاموش نہیں تھا بلکہ آج وہاں خاصہ شور مچا ہوا تھا۔ہر طرف خواتین موجود تھیں۔آج ایلاف کے گھر قرآن خوانی تھی۔ تمام عورتیں دوپٹہ اچھی طرح لپیٹے سورۂ یٰسین کی تلاوت کر رہی تھیں۔ایلاف ایک طرف بیٹھی تھی۔وہ قرآن نہیں پڑھ رہی تھی۔ہر عورت بار بار اُسے عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"اس کو دیکھو، ذرا شرم نہیں ہے کہ قرآن شریف پڑھ لے۔ایسی عورتیں جہنمی ہوتی ہیں، اللہ بچائے ایسی عورتوں سے۔"

سب ایسی ہی باتیں کر رہی تھیں مگر ایلاف بھی اپنے نام کی ایک ہی تھی، مجال ہے جو کان پر جوں تک رینگی ہو۔سب عورتیں جانتی تھیں کہ اُس کے کان بھی زبان کی طرح ہی تیز تھے۔اگر اُن کی باتیں سن لیتی تو گھر سے نکالنے میں منٹ نہ لگاتی اور اُن کی قسمت، وہ یہ سب سن چکی تھی۔اب وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اُن عورتوں کی جانب بڑھی۔سب اُسے دیکھ کر گھبرا گئیں مگر بولی کچھ نہیں۔ایلاف اُن میں سے ایک عورت کے سامنے آکر بیٹھ گئی، میٹھا سا مسکرائی اور کہا،

"جب آپ کو پتا ہے کہ کون جہنمی ہے اور کون جنتی، پھر یہ بھی معلوم ہو گا کہ سب سے اوپر والا درجہ آپ ہی کا ہے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"تمہاری یہ زبان تمہیں کسی دن کہیں کا نہیں چھوڑے گی۔"ساجدہ کا جواب سن کر ایلاف ہولے سے مسکرائی۔

"بالکل... جیسے اب آپ کی زبان آپ کو کہیں کا نہیں چھوڑ رہی۔"

اس سے پہلے کوئی کچھ کہتا، وہ اٹھی اور ایک کمرے میں چلی گئی۔ پیچھے بیٹھی ساجدہ کا چہرہ شرمندگی سے سرخ ہو گیا۔

"اس لڑکی کو نہ تمیز ہے نہ حیا۔" وہ یہ کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اُس کے ساتھ ہی محلے کی باقی خواتین بھی اٹھنے لگیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

ایلاف کمرے میں تھی جب دروازہ کھلا اور چھوٹے بالوں والی لڑکی اندر داخل ہوئی۔

"آج تو تم نے کمال کر دیا۔" وہ یہ کہتی ساتھ میں ہنس بھی رہی تھی۔

"لیلیٰ!"اس نے تنبیہ کی۔

"کیا؟ویسے ہی کہہ رہی تھی۔""ہہہ... معلوم ہے مجھے۔"

لیلیٰ آکر اُس کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔ایلاف نے اُس کے بال سہلانا شروع کیے تو اُس نے سکون کا سانس بھرا۔

"آئندہ جب کوئی گھر آئے گا نا،میں تو بہانہ کر کے نکل جاؤں گی۔"ایلاف یہ سن کر ہنس دی اور بیڈ کے ساتھ ٹیک لگالی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تم یونیورسٹی کب جارہی ہو؟"

"بس،اسکالرشپ مل جائے تو اسلام آباد چلی جاؤں گی اور ہوسٹل میں رہوں گی۔"ایلاف نے بتایا تو آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔

"چلو اچھا ہے،ہم میں سے کوئی تو اس قید سے نکلے گا۔"

"تم ایسے نہ کہو۔جب تم یونیورسٹی جاؤ گی تو باہر کی دنیا دیکھو گی۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ باہر ہر جگہ آدمی، انسان کا لباس اوڑھے جانور ہے۔ ہمارے لیے یہ معاشرہ محفوظ نہیں، مگر پھر بھی ہم باہر نکلتی ہیں، پڑھتی ہیں، کام کرتی ہیں تاکہ اُن درندوں سے بچ سکیں، تاکہ شعور پا سکیں اور اپنے لیے لڑ سکیں۔ اس معاشرے میں عورت کی آواز کو ہمیشہ دبا دیا جاتا ہے مگر جب ہم باہر نکلتی ہیں، مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہیں تو ہماری اپنی عورتیں ہی ہمارے نام پکارتی ہیں، ہماری عزت پامال کرتی ہیں۔ تب تمہیں پتا چلے گا کہ اصل قید کیا ہے۔ ہمارے لیے ہمارا گھر جنت ہونا چاہیے اور ایسا تب ممکن ہے جب ہمارے گھر کے مرد ہمارے ساتھ ہوں۔"

"پھر تو ہمارا گھر جنت ہے کیونکہ ہمارے گھر کے مرد ہمارا ساتھ دیتے ہیں۔"

لیلیٰ نے کہا تو ایلاف کا قہقہہ ابھرا۔ یہی اُن کی دنیا تھی، ہنسی مذاق والی... بالکل جنت کی طرح۔ مگر دنیا میں جنت ہمیشہ تھوڑی قائم رہتی ہے۔

دار رئوفی میں شام کی تیاریاں عروج پر تھیں۔ ہر ملازم بھاگ دوڑ میں لگا تھا۔ پارٹی آؤٹ ڈور تھی۔ ویلا کے اندر آؤ تو بالکل سناٹا تھا، باہر کے ہنگامے سے بالکل الگ۔ سب اپنے کمروں میں تھے۔

ایک کمرے سے لیپ ٹاپ کے بٹن دبنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ اذہان کمرے میں رکھے صوفے پر بیٹھا کام کر رہا تھا جب اُس کا فون بجا۔ اُس نے ٹیبل سے فون اٹھایا اور کال ریسیو کی۔

"ہائے۔" فون کے دوسری جانب سے چہکتی ہوئی آواز آئی۔ اذہان کے لبوں پر خودبخود مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیسی ہو ملیحہ ؟"

"تمہاری آواز سن لی، اب بہتر ہوں۔" ملیحہ کا جواب سن کر اذہان کے لبوں سے بے ساختہ قہقہہ ابھرا۔

"تم ...اور تمہاری باتیں۔" اذہان نے کہا تو لبوں پر مسکراہٹ تھی۔

"اسی لیے تو تمہاری پسند ہوں۔" ملیحہ نے کہا تو اذہان کے چہرے کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

"تم آج آرہی ہو؟" اذہان نے پوچھا تو اب کی بار لہجہ خشک تھا۔

"میں آج رات کی پارٹی میں پہنچنے کی کوشش کروں گی۔"

"اوکے،اب میں چلتا ہوں۔"اذہان نے فون بند کیا اور ٹھنڈی آہ بھری۔

ایلاف کے گھر آج زیادہ خاموشی تھی۔اُس دن کے ہنگامے کی نسبت سکون تھا۔ایلاف بھی آج گھر میں اکیلی تھی۔کمرے سے کھڑ کھڑ کی آوازیں آرہی تھیں۔ایلاف لوہے کی سیڑھی پر کھڑی پردے لگا رہی تھی کہ اچانک سیڑھی کو دھچکا لگا اور وہ جھٹکا کھا کر گرنے لگی تھی کہ کسی نے اُسے بچا لیا۔جب اُس نے آنکھیں کھولیں تو سامنے محلے کا ایک آوارہ لڑکا کھڑا تھا۔ایلاف جھٹکے سے پیچھے ہوئی۔

"تم اندر کیسے آئے؟"ایلاف نے پوچھا تو آواز اونچی تھی۔

"دروازہ کھلا تھا، میں نے سوچا مدد کر دوں۔" لڑکے نے کہا تو آواز خباثت سے بھری ہوئی تھی۔

"تم جاؤ، مجھے تمہاری مدد نہیں چاہیے۔"

"ہنہ..." یہ کہتے ہوئے وہ آگے بڑھا مگر اس سے پہلے وہ کچھ کہتا، محلے کی عورتیں اندر داخل ہوئیں۔ ایلاف نے گہرا سانس لیا جبکہ لڑکا گھبرا گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تم یہاں کیا کر رہے ہو، عارف؟" محلے کی ایک عورت نے عارف سے پوچھا اور دونوں کو شکی نظروں سے دیکھا۔

"مجھے ایلاف نے بلایا تھا۔" ایلاف نے بجلی کی تیزی سے عارف کی طرف دیکھا۔ وہ اُس پر جھوٹا الزام لگا رہا تھا۔ محلے کی تمام عورتیں ایلاف کی طرف متوجہ تھیں۔ اُن کی نظروں میں جہاں اُس کے لیے حسد اور نفرت ہوتی تھی، آج ایلاف نے پہلی مرتبہ گھن دیکھی تھی۔ تمام عورتیں

اُسے عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ کوئی اُسے بد کردار کہہ رہا تھا تو کوئی ڈائن۔ عارف وہیں کھڑا مسکرا رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا ہے۔

"ہم تو پہلے ہی کہتی تھیں، اس لڑکی کا دماغ پڑھائی نے خراب کر رکھا ہے۔ جب لڑکوں کے ساتھ پڑھے گی تو ایسا ہی ہو گا۔"

وہ تمام اُس کے بارے میں غلط باتیں کر رہی تھیں۔ سب کو اپنی بھڑاس نکالنے کا موقع مل گیا تھا اپنے بدلے پورے کرنے کا۔

ایلاف کے گھر میں ابھی شور برپا تھا کہ ایک ادھیڑ عمر شخص اندر داخل ہوا۔ سفید ہوتے بال، چہرے پر ابھری جھریاں، اور وقت کی گہری لکیریں اُن کی عمر اور جدوجہد کی گواہ تھیں۔ اپنے گھر

میں اتنا ہجوم دیکھ کر انہیں حیرت بھی ہوئی اور بے چینی بھی، کیونکہ اُن کے گھر والے کبھی کسی سے زیادہ میل جول نہیں رکھتے تھے۔

مگر جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوئے، سامنے کا منظر شاید اُن کی آنکھوں سے کبھی محو نہ ہونے والا تھا۔ایک جانب عارف اور ایلاف کھڑے تھے، جبکہ محلے کی عورتیں ایلاف پر چیخ رہی تھیں، اُس پر الزام تراشیاں کر رہی تھیں، اور وہ بھی خاموش کھڑی سب سننے والوں میں سے نہیں تھی۔

"تشریف لیاؤ تے اپنی کڑی دیاں حرکتاں ویکھو، سانوں کسی پاسے منہ وکھان جوگا نئیں چھڈیا ای!"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

محلے کی ایک عورت نے پنجابی میں کہا تو ایلاف نے بے اختیار اپنے باپ کی طرف دیکھا اور نفی میں سر ہلایا۔اب پہلی باراُس کی آنکھوں میں کمزوری تھی... جیسے وہ دنیا سے نہیں، صرف اپنے باپ کی نظروں سے ہارنے سے ڈر رہی ہو۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ سب خیریت سے ہمارے گھر جمع ہوئے ہیں؟" طیب صاحب نے پُرسکون لہجے میں پوچھا۔

"آپ کی بیٹی کے کالے کرتوت دیکھے ہیں!"

"کیا مطلب؟"

"آپ کی بیٹی اور عارف کو اس کمرے میں اکیلے رنگے ہاتھوں پکڑا ہے۔ عارف تو یہ بھی مان چکا ہے کہ وہ آپ کی بیٹی کی اجازت سے آیا تھا۔" محلے والوں کے الزامات سن کر طیب صاحب کو جیسے اندر سے دھچکا لگا۔ کوئی اُن کے اپنے گھر میں کھڑے ہو کر اُن کی بیٹی کے کردار پر انگلی اٹھا رہا تھا۔

"آپ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میری بیٹی ایسی نہیں ہے۔" طیب صاحب نے ایلاف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کی بیٹی ایسی ہی ہے۔ مجھ جیسے شریف لڑکوں کو اپنے جال میں پھنساتی ہے!" عارف نے کہا تو اگلے ہی لمحے طیب صاحب آگے بڑھے اور اپنے ایک ہاتھ سے اُس کے منہ پر زوردار تھپڑ دے مارا۔ فیکٹری میں کام کے دوران حادثے میں اُن کا دوسرا ہاتھ کٹ چکا تھا، مگر آج ایک ہاتھ بھی کافی تھا۔

"اگر تم اتنے ہی شریف ہو... تو یہاں آئے ہی کیوں تھے؟"

اب اُن کی آواز پہلے جیسی کمزور نہیں تھی، بلکہ اُس میں ایک باپ کا یقین بول رہا تھا۔ وہ یقین جو وہ اپنی بیٹی پر رکھتے تھے۔ عارف اس سوال پر بوکھلا گیا۔

"م... میں تو بس مدد کے لیے آیا تھا..."

"کیا تم نہیں جانتے تھے کہ گھر پر کوئی نہیں ہے؟ حالانکہ صبح ہی تم سے ملاقات ہوئی تھی۔" کمرے میں موجود لوگ حیرت سے طیب صاحب کو دیکھ رہے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ وہ اپنی بیٹیوں پر بھروسہ کرتے ہیں... مگر اتنا؟ کہ اتنے بڑے الزام کے بعد بھی اُن کا سر فخر سے بلند تھا۔

"آپ کی بیٹی کی ہی غلطی ہے۔ آپ لوگ تو ویسے بھی بڑے مشکوک لوگ ہیں۔ پچیس سال سے یہاں رہ رہے ہیں مگر آج تک کسی سے محلے داری بنانے کی کوشش نہیں کی!" جمال صاحب، جو اُن کے ہمسائے تھے، نے بھی موقع دیکھ کر الزام تراشی شروع کر دی۔ ایلاف ایک طرف خاموش کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی۔

"آپ سب لوگ جائیے۔ اس معاملے کو میں خود دیکھ لوں گا۔"

طیب صاحب نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"ہم تو جا رہے ہیں، مگر یا تو اپنی بیٹی کو یہاں سے رخصت کریں... یا پھر خود یہ محلہ چھوڑ دیں۔ ہماری بھی جوان بیٹیاں ہیں، ہم نہیں چاہتے اُن پر آپ کی بیٹی کا سایہ بھی پڑے!"

محلے والوں کے جاتے ہی کمرے میں عجیب سا سناٹا چھا گیا۔

ایلاف نظریں چرا کر باہر نکلنے لگی تھی کہ طیب صاحب کی آواز ابھری۔

"اب باپ کو سلام کرنے کا رواج بھی ختم ہو گیا ہمارے گھر سے؟" اُن کی آواز ہمیشہ کی طرح نرم اور پُرسکون تھی... جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

"ابا... وہ میں..." ایلاف جملہ مکمل بھی نہ کر پائی۔

"میرے پاس آ کر بیٹھو۔"

"جی ابا..." وہ آہستگی سے اُن کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

"میں نے اپنی بیٹی کی تربیت ایسی نہیں کی کہ ذرا سی ہوا سے ڈر جائے۔ میں نے تو اُسے طوفانوں کا مقابلہ کرنا سکھایا ہے۔ اس لیے اپنا سر ہمیشہ اونچا رکھو... تم میرا فخر ہو۔"

"ابا... آپ کو اب بھی مجھ پر بھروسہ ہے؟" اس کی آواز میں نمی تھی۔

"میں نے کہا نا... تم میرا فخر ہو۔ اور میرا فخر کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔" طیب صاحب نے یہ کہتے ہوئے اُس کا ماتھا چوما۔

ایلاف جانتی تھی... جب عورت کے اپنے گھر کے مرد اُس پر یقین رکھتے ہوں، تو اُسے چیخ چیخ کر اپنی پاکدامنی ثابت نہیں کرنی پڑتی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

دار رائوفی میں پارٹی زور و شور سے جاری تھی۔ عثمان رئوفی خاکی رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھے، جبکہ ماریہ اُن کے ہمراہ جامنی رنگ کی خوبصورت میکسی پہنے کھڑی تھیں۔ بال نفاست سے اسٹائلش جوڑے میں بندھے تھے۔ آج بھی وہ دونوں کسی نئے شادی شدہ جوڑے کی مانند لگ

رہے تھے۔ وہ اسٹیج پر کھڑے مہمانوں سے مبارکباد وصول کر رہے تھے کہ اریان بھی اُن کے پاس آ کھڑا ہوا۔ اُس نے نیوی بلیو سوٹ پہن رکھا تھا۔

"اذہان کہاں ہے؟ سب اُس کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔"

ماریہ نے سوال کیا۔

"مام، بھائی بس تھوڑی دیر میں آ رہے ہیں۔" اریان نے جواب دیا ہی تھا کہ اذہان گارڈن میں داخل ہوا۔ ماریہ اُسے دیکھ کر ہلکا سا مسکرائیں... مگر اگلے ہی لمحے اُن کی مسکراہٹ مدھم پڑ گئی۔ سب کی نظریں اذہان پر جم چکی تھیں، کیونکہ اُس کے ساتھ رانیا کھڑی تھی۔ بلیک میکسی میں ملبوس، ہلکے میک اپ اور کھلے بالوں کے ساتھ... وہ پہلے کی نسبت کہیں زیادہ پُرسکون لگ رہی تھی۔ ماریہ اور عثمان فوراً اسٹیج سے نیچے اتر کر اُن کی طرف بڑھے۔

"بیٹا... آپ ٹھیک ہو؟" ماریہ نے بے چینی سے پوچھا۔

"م... مام... میں آپ کا اتنا اہم دن اپنی وجہ سے خراب نہیں ہونے دے سکتی تھی۔ میں جانتی ہوں آپ میری وجہ سے کتنی فکرمند رہتی ہیں۔" رانیا نے آہستگی سے کہا۔ مگر اُس نے ایک بار

بھی عثمان رئوفی کی طرف نہیں دیکھا۔اور وہ خاموش کھڑے صرف یہی سوچ رہے تھے کہ اُن کی بیٹی آخر کب پہلے جیسی ہو گی۔

......

لاہور کے اُس چھوٹے سے گھر میں اس وقت ایک عجیب سا بوجھل ماحول تھا۔گھر کے سب سے بڑے کمرے، یعنی طیب صاحب کے کمرے میں، طیب صاحب اور مسرت بیگم بیڈ پر بیٹھے تھے، جبکہ ایلاف اور لیلیٰ کمرے میں رکھے لکڑی کے صوفے پر خاموش بیٹھی تھیں۔ صبح ہونے والے واقعے کی خبر محلے میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔

"محلے کی عورتوں نے تو جینا حرام کر رکھا ہے۔اُنہیں اُس بے غیرت کی حرکت نظر نہیں آتی، بس میری بچی کے پیچھے پڑی ہوئی ہیں۔"مسرت بیگم نے غصے سے کہا تو ایلاف صرف ایک سرد آہ بھر کر رہ گئی۔

"ہماری بیٹی کوئی لاوارث نہیں ہے کہ جو دل میں آئے کہتا پھرے۔ میں کسی سے بات کرتا ہوں، ہم یہ گھر بدل رہے ہیں۔"

"ابا، میری وجہ سے ایسامت کریں۔ ویسے بھی مجھے چند مہینوں میں اسلام آباد چلے جانا ہے... پھر سب خود بخود بھول جائیں گے۔"

"چند مہینوں تک کیا کرے گی تُو؟"

"اماں... کچھ نہ کچھ کر ہی لوں گی۔" ایلاف یہ کہہ کر اٹھی اور کمرے سے باہر نکل آئی۔ لیلیٰ بھی فوراً اُس کے پیچھے باہر آگئی۔

"اُسے کچھ وقت دو، مسرت... وہ اپنا راستہ بنانا جانتی ہے۔"

دار رائوفی میں اس وقت پارٹی اپنے عروج پر تھی۔ ہر شخص گفتگو میں مصروف تھا۔ ماریہ اور عثمان کی اینیورسری سیلیبریشن سال کی سب سے بڑی تقریبات میں شمار ہوتی تھی۔ یہ ایسی

محفل تھی جسے کوئی بھی چھوڑنا نہیں چاہتا تھا، کیونکہ یہاں سیاستدانوں سے لے کر شہر کے بڑے کاروباری افراد تک سب مدعو ہوتے تھے۔

اذہان ایک میز کے قریب کھڑا کسی سے بات کر رہا تھا کہ اچانک وہ بھاگتی ہوئی آئی، اُس کا ہاتھ پکڑا اور اُسے تقریب سے تقریباً گھسیٹتے ہوئے باہر لے گئی۔ ہر شخص حیرت زدہ ہو کر اُنہیں ہی دیکھ رہا تھا۔ لڑکی کا چہرہ اسکارف سے ڈھکا ہونے کی وجہ سے واضح نظر نہیں آ رہا تھا۔ "مام، میرا خیال ہے ہمیں بھائی کے بغیر ہی کیک کاٹ لینا چاہیے... کیونکہ اب تو وہ واپس آنے سے رہے۔" اریان نے شرارتی انداز میں کہا تو ماریہ کا قہقہہ بلند ہوا۔

"تمہارے خیال میں میری اینٹری ڈرامائی تھی، ہنہ؟"

"ڈرامائی سے کچھ زیادہ۔" اذہان نے کہا تو سامنے کھڑی لڑکی ہنس دی۔ اُس کے لمبے گھنگریالے بال کندھوں پر بکھرے تھے۔ اُس نے سفید رنگ کا سلیٹ پہن رکھا تھا اور چہرے پر ہلکا سا میک اپ کیے ہوئے بے حد حسین لگ رہی تھی۔

"تم تو کہہ رہی تھیں کہ آج میرا آنا ممکن نہیں۔"

"ہمہ... مجھے بھی یہی لگا تھا، مگر آ گئی۔"

"ملیحہ... مجھے تمہیں کچھ بتانا ہے۔" اذہان کے لہجے کی سنجیدگی دیکھ کر ملیحہ بھی سنجیدہ ہو گئی۔

"آج انکل ہماری منگنی آفیشل کرنے والے ہیں۔"

"یہ تو خوشی کی بات ہے۔ سب کو پتا چل جائے گا کہ تم کس کے ہو۔ چلو اب چلتے ہیں، ورنہ دیر ہو جائے گی۔" وہ اذہان کو نہیں سمجھ رہی تھی وہ کچھ کہے بغیر صرف ایک سرد آہ بھر کر رہ گیا۔

اذہان اور ملیحہ ایک ساتھ گارڈن میں داخل ہوئے۔لوگ اُنہیں رشک بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

"السلام علیکم انکل، آنٹی۔"ملیحہ نے ماریہ اور عثمان کو سالگرہ کی مبارکباد دیتے ہوئے پھولوں کا گلدستہ اُن کی جانب بڑھایا۔پارٹی میں سب کچھ معمول کے مطابق چل رہا تھا۔اذہان اور ملیحہ کی منگنی کا اعلان ہونے ہی والا تھا کہ اچانک رانیا کی چیخ بلند ہوئی۔اذہان اور اریان فوراً اُس کی طرف بھاگے۔وہ زمین پر بے ہوش پڑی تھی۔اذہان نے فوراً اُسے اٹھایا اور اندر کی جانب بھاگ گیا۔

لوگوں کی سمجھ سے باہر تھا کہ آخر ہوا کیا ہے۔تمام گھر والے اور حسن فیملی اندر موجود تھے۔اُس واقعے کے تقریباً آدھے گھنٹے بعد اریان نے سب سے معذرت کی اور پارٹی ختم ہونے کا اعلان کر دیا۔گھر کے تمام افراد رانیا کے کمرے کے باہر موجود تھے، جبکہ ماریہ ڈاکٹر کے ساتھ اُس کے کمرے میں تھیں۔اذہان فکرمندی کے عالم میں کمرے کے باہر چکر کاٹ رہا تھا۔ملیحہ نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹ گیا۔ملیحہ کو یہ حرکت کچھ عجیب لگی، مگر اُس نے کچھ کہا نہیں۔ڈاکٹر باہر آیا اور بتایا کہ بھیڑ نے رانیا کو ٹریگر کیا تھا، مگر پریشانی کی کوئی بات نہیں۔جب تمام لوگ وہاں سے جا چکے تو اریان اندر داخل ہوا۔رانیا کا سر ماریہ کی گود میں تھا اور

وہ نرمی سے اُس کے بال سہلا رہی تھیں۔ رانیا نیند کی دوا کے زیرِ اثر دنیا و مافیہا سے بے خبر سو رہی تھی۔

"مام، ایسا کب تک ہوتا رہے گا؟ ہم کچھ کر نہیں سکتے؟ میں سب کو پریشان دیکھ دیکھ کر تھک چکا ہوں۔ پہلے زینب... اور اب رانیا۔"

"پریشان مت ہو، ہم سب ٹھیک کر دیں گے۔"

"اِن شاءاللہ، مام۔"

لاہور کے اُس چھوٹے سے مکان پر آج صبح کی روشنی کچھ زیادہ ہی بھاری محسوس ہو رہی تھی۔ لوگ بار بار آکر گزشتہ روز ہونے والے واقعے کے بارے میں پوچھ رہے تھے اور مسلسل ایلاف کو ہی قصوروار ٹھہرا رہے تھے۔ اسی دوران دروازے سے ساجدہ اندر داخل ہوئی۔ یہ وہی خاتون تھیں جن سے ایلاف کی تلخ کلامی ہوئی تھی۔ ایلاف برآمدے میں پڑی چارپائی پر بیٹھی تھی۔ اُس نے گلابی رنگ کا سادہ کاٹن سوٹ پہن رکھا تھا اور بال جوڑے میں بندھے ہوئے تھے۔ ساجدہ کو دیکھتے ہی اُس نے نظریں چرائیں اور اٹھ کر کمرے میں چلی گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آؤ ساجدہ، کیسی ہو؟" مسرت نے خوش دلی سے پوچھا۔

مسرت اور ساجدہ کی دوستی بہت پرانی تھی۔ وہ جانتی تھیں کہ ساجدہ ایلاف پر کوئی الزام نہیں لگائے گی۔ دونوں بچپن سے ایک ساتھ پلی بڑھی تھیں، اور پھر اُن کے شوہر بھی ایک ہی جگہ، رئوفی انڈسٹری میں، ملازمت کرتے تھے۔

"مجھے کل والے واقعے کا پتا چلا، اور یہ بھی کہ محلے والے اب ایلاف کو جینے نہیں دے رہے۔ میرا ماننا ہے کہ اُسے اپنے چاچے غفورے

کے پاس بھیج دو۔ وہ لوگ اپنی بیٹی کے لیے کسی خیال رکھنے والی لڑکی کی تلاش میں ہیں۔"

"میں طیب سے بات کروں گی۔ اگر وہ مان گئے تو بھیج دوں گی۔"

"میں غفورے سے بات کرتی ہوں کہ وہ مالکوں سے ذکر کرے۔"

پھر وہ اٹھتے ہوئے بولی، "میں ذرا ایلاف سے مل کر آتی ہوں۔"

ایلاف کمرے میں بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ دروازہ کھلا اور ساجدہ مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ "خالہ، میں نے تیری باتیں نہیں سننی، واپس جا۔"

"میں نے کہا تھا نا، تمہاری یہی زبان کسی دن تمہیں کہیں کا نہیں چھوڑے گی۔"

"ہنہ! مجھے پتا ہے، اس سب سے تو تُو ہی زیادہ خوش ہے۔"

"بالکل۔ اب پتا چلا کہ میں کیوں کہتی تھی محلے میں ایسے نہ چلا کر؟ سارا غرور خاک میں مل گیا نا؟"

"میں تو اب بھی وہیں ہوں۔ میرا سر کبھی نیچے نہیں جھکے گا۔ ویسے مجھے تو لگتا ہے عارف والی حرکت بھی تیری ہی کروائی ہوئی ہے۔"

"دیکھ، زیادہ بک بک مت کر۔ میں نے تیری ماں سے بات کی ہے۔ ہمارے مالکوں کی بیٹی کی دیکھ بھال کے لیے کسی کی ضرورت ہے۔ تُو پڑھ بھی لے گی اور کام بھی کر لے گی۔"

"میں تیرے سے مدد لینے سے بہتر سمجھتی ہوں کہ مر جاؤں۔"

"تو مر جا۔"

ساجدہ یہ کہہ کر اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ اُس کے جاتے ہی مسرت اندر آئیں تو دیکھا ایلاف بیڈ پر پڑی ہنس رہی تھی۔

"اماں، میں جاؤں گی کام کرنے۔ پیسے بھی اچھے ملیں گے اور رہنے کا بندوبست بھی ہو جائے گا۔"

"تو ساجدہ کو کیوں پریشان کرتی رہتی ہے؟ اچھی بھلی تیری فکر کرتی ہے۔"

"اماں، کیونکہ وہ تنگ ہو جاتی ہے۔"

دارِ رئوفی میں صبح معمول کے مطابق تھی۔ سب ناشتے کی میز پر موجود تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کل تمہاری اور ملیحہ کی منگنی کا اعلان نہیں ہو سکا، اُن سب سے معذرت کرنی چاہیے۔"

"انکل، میں نے ملیحہ سے کہہ دیا تھا اور انکل آنٹی سے بھی۔"

"اچھا کیا۔ اب منگنی کو چھوڑو، میں حسن سے بات کرتا ہوں، شادی کی تاریخ طے کر دیتے ہیں۔"

یہ بات سن کر اذہان کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا۔ ماریہ محسوس کر چکی تھیں کہ اذہان اس سب کے لیے تیار نہیں تھا۔

"عثمان، اتنی جلدی کیا ہے؟ ابھی بچوں کو ایک دوسرے کو جاننے کا موقع دو۔"

"دو سال سے جان ہی تو رہے ہیں۔"

"مگر پھر بھی..."

"چھوٹی مام، انکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" اذہان یہ کہہ کر میز سے اٹھا اور سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔

"عثمان، آپ اس کے ساتھ اچھا نہیں کر رہے۔ وہ ابھی ذہنی طور پر تیار نہیں ہے۔"

"وہ اس طرح کبھی بھی اپنے ٹراما سے باہر نہیں آ پائے گا۔ اُسے کسی کے ساتھ اپنے احساسات بانٹنے کی ضرورت ہے، ورنہ ایسے ہی زندگی گزار دے گا۔ اور ملیحہ تو اُسے واقعی پسند کرتی ہے۔ مجھے یقین ہے وہ اس کا خیال بھی رکھے گی۔"

"آپ بھی ٹھیک کہہ رہے ہیں، مگر میں پھر بھی اذہان سے اس بارے میں بات کروں گی۔"

حیدر ہاؤس میں اس وقت خاصی چہل پہل تھی۔ ناشتے کی بڑی سی میز مختلف قسم کے لوازمات سے سجی ہوئی تھی اور کرسیاں گھر کے افراد سے بھری ہوئی تھیں۔ حیدر اور روبینا کے تین بچے تھے، دو بیٹے اور ایک بیٹی۔ ملیحہ سب سے چھوٹی اور لاڈلی تھی۔ دونوں بیٹوں کی شادیاں ہو چکی تھیں اور ملیحہ اذہان کی منگیتر تھی۔

"بابا، میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔"

ملیحہ کے بولنے پر حیدر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ رئوفی ہاؤس سے واپس آنے کے بعد سے وہ غیر معمولی حد تک خاموش رہنے لگی تھی۔

"ہوں، میں سن رہا ہوں۔"

"میں یہ منگنی ختم کر رہی ہوں۔"

ملیحہ کی بات سن کر گویا سب کو جھٹکا لگا۔اس منگنی پر سب سے زیادہ خوش ملیحہ ہی تھی۔اذہان اُس کی بچپن کی محبت تھا۔جب عثمان نے اُس کا ہاتھ مانگا تھا تو وہ خوشی سے ساتویں آسمان پر تھی، مگر اب یوں اچانک منگنی ختم کرنے کی بات سب کے لیے حیران کن تھی۔

"مگر کیوں ؟"نعمان، جو ملیحہ کا بڑا بھائی تھا، فوراً بولا۔ملیحہ کے گلے کی گلٹی ابھری اور پھر معدوم ہو گئی۔

"بھائی، ہم دونوں ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ ہم بہت مختلف ہیں۔ میں کافی عرصے سے اس بارے میں سوچ رہی ہوں اور اب مجھے یقین ہے کہ میں اُس کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی۔ ہمارے زندگی گزارنے کے نظریات الگ ہیں۔وہ سادگی کی زندگی چاہتا ہے اور میں ایسی زندگی نہیں گزار سکتی۔ محبت ہی ہر چیز نہیں ہوتی۔وہ اپنے ماضی اور حال میں بٹا ہوا ہے۔میں ایسے شخص کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی جو خود ہی دو حصوں میں بٹا ہو۔"

"تو تم اُسے چھوڑ رہی ہو؟"روبینا نے پوچھا تو اُس نے ایک سرد آہ بھری۔

"میں اُسے چھوڑ نہیں رہی... آزاد کر رہی ہوں۔"

صبح ہونے والی گفتگو کے بعد اذہان اپنے کمرے میں بند تھا۔ وہ شادی کے لیے تیار نہیں تھا، اتنا تو وہ جانتا تھا، مگر انکار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ اس بات کو جتنا بھی ٹال لے، ایک دن اُسے شادی کرنا ہی ہو گی۔ وہ بیڈ پر بیٹھا لیپ ٹاپ کھولے آفس کے کام میں مصروف تھا جب ماریہ کمرے میں داخل ہوئیں۔

"ہم بات کریں؟" ماریہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا تو اذہان نے چونک کر سر اٹھایا۔

"آپ کب آئیں؟"

"جب تم کام کر رہے تھے۔"

"خیریت ہے مام؟ آپ پریشان لگ رہی ہیں۔" ماریہ اذہان کے قریب بیٹھیں اور اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"تمہیں پتا ہے جب تم پہلی بار میرے پاس آئے تھے تو بالکل ڈرے اور سہمے رہتے تھے۔ بچوں کی طرح کھیلتے بھی نہیں تھے اور کسی سے بات بھی نہیں کرتے تھے۔"

Clubb of Quality Content

"اور آپ ہمیشہ جان لیا کرتی تھیں کہ مجھے کیا مسئلہ ہے اور میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔" اذہان نے مسکراتے ہوئے کہا تو ماریہ بھی مسکرا دیں۔

"بالکل۔ اسی لیے میں اب بھی جانتی ہوں کہ تم شادی کے لیے تیار نہیں ہو۔ تم ملیحہ سے شادی کرنا ہی نہیں چاہتے۔"

اس بار اذہان کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔ وہ اس موضوع پر بات ہی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"مام، اس بارے میں بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ویسے بھی ایک نہ ایک دن تو مجھے شادی کرنی ہی ہے۔ اب کروں یا بعد میں، فرق کیا پڑتا ہے؟ اور ملیحہ بھی یہی چاہتی ہے۔"

"مگر تم نہیں چاہتے۔ میں چاہتی ہوں تم کسی ایسی لڑکی سے شادی کرو جو تمہیں چاہے۔ ملیحہ بہت اچھی ہے، مگر وہ تمہارے لیے بنی ہی نہیں ہے۔ کب تک دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے رہو گے؟"

"مام پلیز، میں جانتا ہوں آپ میری فکر کرتی ہیں، مگر اسی میں سب کی بھلائی ہے۔" ماریہ اذہان کی ضد دیکھ کر سرد آہ بھر کر رہ گئیں۔

اذہان آفس کے لیے تیار ہو کر باہر نکلا تو اُس کا ڈرائیور غفور پہلے ہی گاڑی کے پاس کھڑا تھا۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی غفور نے گاڑی اسٹارٹ کی اور کمپنی کی طرف روانہ ہو گیا۔

"اذہان سر، آپ سے ایک بات کرنی تھی۔"

"کہیے۔"

"میری ایک بھتیجی ہے، اسلام آباد پڑھنے آ رہی ہے۔ میں نے دوسرے ملازموں سے سنا ہے کہ آپ لوگ چھوٹی بی بی کے لیے کسی کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ میری بھتیجی بڑی محنتی ہے، بی بی کا خیال بھی رکھے گی۔ اگر آپ لوگ اُسے ایک موقع دے دیں تو وہ آپ کو مایوس نہیں کرے گی۔"

"ہمیں رانیا کے لیے ملازمہ نہیں چاہیے۔ کوئی پروفیشنل چاہیے جو اُس کا ذہنی طور پر بھی خیال رکھ سکے۔"

"صاحب، جب تک کوئی اور نہیں مل جاتی، اُسے عارضی طور پر رکھ لیں۔ وہ بھی وہ ڈاکٹرنی بن رہی ہے جو دماغ کا علاج کرتیں ہیں جی۔ اُس کے گھر کے حالات اچھے نہیں ہیں۔ سالوں پہلے رئوفی فیکٹری میں کام کرتے ہوئے اُس کے باپ کا ہاتھ کٹ گیا تھا۔"

"ہماری کمپنی میں؟"

"جی سر۔ اور جب حادثہ ہوا تھا تو کاشف صاحب نے اُس کی مدد کا وعدہ کیا تھا، مگر کبھی پورا نہیں کیا۔"

"تو آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟" اذہان کو حیرت ہوئی۔ اُسے ایسے کسی ملازم کے بارے میں علم ہی نہیں تھا۔

"صاحب، اُس نے منع کیا تھا۔ وہ بڑا خوددار آدمی ہے۔ اب بھی مجبوری بنی ہے، ورنہ کبھی مجھ سے نہ کہتا۔"

"میں گھر میں بات کر کے بتاؤں گا۔"

"شکریہ صاحب، اُس کی بہت بڑی مشکل حل ہو جائے گی۔"

ایلاف آج اسلام آباد جا رہی تھی۔ گزشتہ رات غفور نے کال کر کے بتایا تھا کہ ایلاف کو عارضی طور پر ملازمت دے دی گئی ہے، اور اگر اس کا کام پسند آیا تو شاید مستقل بھی رکھ لیا جائے۔ اس وقت وہ اپنے کمرے میں بیٹھی سامان باندھ رہی تھی۔ لیلیٰ تو ایلاف سے بھی زیادہ خوش تھی، آخر اس کی بہن اسلام آباد جا رہی تھی۔ اب وہ اپنے دوستوں کو فخر سے یہ خبر سنائے گی۔

"لیلیٰ، میرا سامان باہر لے جا، میں آتی ہوں۔" لیلیٰ باہر نکل گئی تو ایلاف نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ وہ خاموشی سے ایک ایک چیز پر نظر دوڑا رہی تھی۔ اپنے کمرے کو دیکھ رہی تھی، اُس کمرے کو جس نے ہر مشکل وقت میں اسے اپنی آغوش میں چھپا لیا تھا۔ یہاں موجود ہر شے کی اپنی ایک کہانی تھی، اور ایلاف جانتی تھی کہ آج ان کہانیوں کا اختتام اسے خود لکھنا ہو گا۔ نئی کہانیوں کو شروع کرنے سے پہلے پرانی کہانیوں کا اختتام ضروری ہوتا ہے، ورنہ وہ کسی نہ کسی موڑ پر واپس آ ہی جاتی ہیں۔ وہ جانتی تھی کہ اب شاید کبھی واپس نہ آئے۔ بیٹیاں ایک بار گھر سے نکل جائیں، چاہے روزگار کے لیے یا شادی کے بعد، پھر اپنے ہی گھروں میں مہمان بن کر لوٹتی ہیں۔

جب ایلاف گھر سے نکلی تو مسرت بیگم کی آنکھیں بار بار بھیگ رہی تھیں۔ انہوں نے کبھی ایلاف کو اتنی دور نہیں بھیجا تھا، اور پھر ماں کا دل بچوں کو خود سے دور بھیجنے پر کہاں راضی ہوتا ہے۔ طیب صاحب تو پہلے ہی اس بات کے حق میں نہیں تھے کہ ایلاف کو کسی انجان گھر بھیجا جائے، مگر ایلاف کو اپنی بات منوانی آتی تھی۔ اس وقت وہ دارِ رئوفی کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے جامنی رنگ کی قمیص کے ساتھ ہم رنگ پلازو پہن رکھا تھا۔ دوپٹا گلے میں پڑا تھا اور بال لمبی چوٹی میں بندھے ہوئے تھے۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس محل نما گھر کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتا، مگر ایلاف کی آنکھوں میں نہ حیرت تھی نہ ستائش کچھ دیر بعد اسے اندر بلا لیا گیا گھر میں خاصی ہلچل تھی۔ ملازم ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ ہیڈ ملازمہ ایلین اسے اسٹڈی روم تک لے گئی جہاں ماریہ اور عثمان صوفوں پر براجمان تھے۔ سامنے رکھے چائے کے کپوں سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ ماریہ نے بھورے رنگ کا لانگ ڈریس پہن رکھا تھا اور گردن کے گرد ہلکا سا اسکارف لپیٹا ہوا تھا۔

"خوش آمدید۔"

ماریہ نے مسکرا کر کہا، اگرچہ ان کی آواز میں ہلکی سی خشکی موجود تھی۔ وہ اس بات سے خوش نہیں تھیں کہ اذہان نے ایک غیر پیشہ ور لڑکی کو ملازمت پر رکھ لیا تھا۔ اذہان پر انہیں پورا بھروسہ تھا، مگر کسی اجنبی لڑکی پر اعتماد کرنا آسان نہیں تھا۔ عثمان نے سامنے رکھی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"تم رانیا کا خیال کیسے رکھو گی؟" ماریہ نے وقت ضائع کیے بغیر سوال کیا۔ ایلاف نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ان کی طرف دیکھا۔

"میم، میں یہاں عارضی طور پر آئی ہوں۔ میں ابھی کوئی پروفیشنل نہیں ہوں، یہ بات آپ بھی جانتی ہیں۔ مگر میں رانیا کی حالت شاید آپ سے بہتر سمجھ سکوں کیونکہ میں اس کی ہم عمر ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کی کیئر ٹیکر بن کر نہیں، اس کی دوست بن کر رہنا چاہوں گی۔ اور مجھے یقین ہے کہ رانیا ٹھیک ہو جائے گی۔

میں آپ سے یہ نہیں جاننا چاہتی کہ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا، بلکہ میں چاہتی ہوں کہ ایک دن رانیا خود مجھے سب کچھ بتائے۔" اس کی آواز پر اعتماد تھی۔ ماریہ کو اس کی خوداعتمادی اچھی لگی۔

"تمہاری تنخواہ تمہیں ایلین سے ملے گی، اور فی الحال تم رانیا کے ساتھ والے کمرے میں رہو گی۔" پھر انہوں نے ایلین کی طرف دیکھا۔ "ایلین، اسے رانیا کے کمرے میں لے جاؤ۔" ایلین اور ایلاف وہاں سے اٹھ گئیں۔ ان کے جاتے ہی عثمان نے ماریہ کی طرف دیکھا۔ "ماریہ، تم نے اس لڑکی کو رکھ بھی لیا اور گھر میں کمرہ بھی دے دیا؟ مجھے تو لگا تھا تم اسے آتے ہی فارغ کر دو گی۔" انہیں یقین تھا کہ ایلاف ایک دن سے زیادہ یہاں نہیں ٹھہر پائے گی۔

ماریہ ہلکا سا مسکرائیں۔ "آپ کو یاد ہو تو ہماری فیکٹری میں ایک ورکر کا بازو کٹ گیا تھا۔ کاشف بھائی نے اس کی مالی مدد کا وعدہ کیا تھا، مگر ایک سال بعد سب بند کر دیا گیا تھا۔ یہ اسی شخص کی بیٹی ہے۔ اور ویسے بھی، اس کا اعتماد مجھے پسند آیا ہے۔ رانیا کو واقعی کسی دوست کی ضرورت ہے۔"

"پھر بھی مجھے لگتا ہے اذہان نے صحیح فیصلہ نہیں کیا۔" عثمان نے کہا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔" ماریہ یہ کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ دروازے تک پہنچ کر رُکیں، پھر مڑ کر عثمان کی طرف دیکھا۔

"میں اپنے بچوں کے لیے کبھی غلط فیصلہ نہیں لیتی۔"

رانیا اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑی باہر دیکھ رہی تھی۔اس نے سفید شرٹ کے ساتھ سیاہ ٹراؤزر پہن رکھا تھا۔وہ اپنی سوچوں میں گم تھی کہ ایلین، ایلاف کو ساتھ لیے اندر داخل ہوئی۔

"میم، یہ ایلاف ہیں۔اذہان سر نے آپ کے لیے اپائنٹ کیا ہے۔"

"تم جاؤ، میں دیکھ لوں گی۔"

رانیا کی آواز سن کر ایلین حیران رہ گئی۔اس واقعے کے بعد سے رانیا ہمیشہ ڈری سہمی رہتی تھی، مگر آج وہ پھر سے وہی باغی رانیا لگ رہی تھی۔ایلین کے جانے کے بعد کمرے میں صرف ایلاف اور رانیا رہ گئیں۔"تم یہاں کتنی دیر رہو گی؟" رانیا کی آواز میں واضح بیزاری تھی۔"میں

یہاں صرف اس وقت تک ہوں جب تک کوئی متبادل نہیں مل جاتا۔" ایلاف نے سکون سے جواب دیا۔

"اچھا۔ تو جب تک تم یہاں ہو، نہ تم میری زندگی میں مداخلت کرو گی، نہ میں تمہاری میں۔" ایلاف نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ یہ اُس رانیا سے بالکل مختلف تھی جس کے بارے میں اس نے سنا تھا۔ "مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا۔" اب ایلاف واقعی اس کے رویے سے تنگ آنے لگی تھی۔ "میں بھائی سے بات کروں گی۔ تم زیادہ دیر یہاں نہیں رہو گی۔" رانیا نے سرد لہجے میں کہا۔ "آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟ مجھے یہاں صرف آپ کی دیکھ بھال کے لیے رکھا گیا ہے۔" ایلاف نے جواب دیا۔ مگر رانیا اس کی بات سنے بغیر وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔

Clubb of Quality Content

ایلاف کو رانیا سے ہوئی ملاقات کی کچھ سمجھ نہیں آئی تھی۔ نہ یہ کہ رانیا اُسے نکالنا کیوں چاہتی ہے، اور نہ ہی اُس کی باتوں سے ایسا لگتا تھا کہ وہ بیمار ہے۔ ایلاف اپنے کمرے میں موجود تھی۔

ماریہ نے اُسے رانیا کے ساتھ والا کمرہ دیا تھا تاکہ وہ اُس کے قریب رہ سکے اور اُس کی ضروریات کا خیال رکھ سکے۔اس وقت وہ اپنے کپڑے الماری میں ترتیب دے رہی تھی کہ رانیا اندر داخل ہوئی۔"دیکھو، جو باتیں میں نے شام میں کی تھیں، اُن کا مام کو پتا نہیں چلنا چاہیے۔"

"میں کچھ سمجھیں نہیں۔"

"مام کو لگتا ہے کہ میں ایسے خیال رکھنے سے ٹھیک ہو جاؤں گی، مگر حقیقت تو یہ ہے کہ میں خود ہی ٹھیک نہیں ہونا چاہتی۔"رانیا کی بات سن کر ایلاف نے اُسے عجیب نظروں سے دیکھا۔وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ آخر رانیا چاہتی کیا ہے۔اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی، رانیا وہاں سے چلی گئی۔ایلاف نے جاتے ہوئے اُس کی پشت کو دیکھا اور بڑبڑائی، "یہ مجھے کبھی بھی بات پوری نہیں کرنے دیتی، پتا نہیں میں اسے کیسے برداشت کروں گی۔"

اذہان کو کاروبار کے سلسلے میں شہر سے باہر جانا پڑا تھا۔اس وقت وہ گلگت میں موجود تھا، جہاں ایک نئے ریزورٹ کی تعمیر کے حوالے سے معاملات دیکھ رہا تھا۔وہ اپنے ہوٹل کے کمرے میں تھا جب ملیحہ کی کال آئی۔

"ہائے ملیحہ۔"اذہان نے خوشگوار لہجے میں کہا۔رانیا کے لیے ایک مناسب نگہداشت کرنے والی مل جانے پر وہ کافی مطمئن تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"بہت خوش لگ رہے ہو۔"

"ہاں،رانیا کی وجہ سے۔تم بتاؤ، تم کیوں اداس لگ رہی ہو؟"

"کہاں ہو؟ مجھے تم سے ملنا ہے۔"ملیحہ کا انداز اذہان کو عجیب لگا۔چاہے کچھ بھی ہو جاتا، وہ اُس سے اتنے روکھے انداز میں بات نہیں کیا کرتی تھی۔

"میں تو گلگت آیا ہوا ہوں۔ خیریت؟"

"جب آؤ تو بتا دینا، مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔" اس سے پہلے کہ اذہان کچھ پوچھتا، ملیحہ نے فون بند کر دیا۔

"عجیب... اب اِسے بھی منانا پڑے گا۔" وہ زیرِ لب بولا۔

اس کا سر بری طرح درد کر رہا تھا۔ یہاں کی سردی کی وجہ سے اُسے بخار بھی ہو گیا تھا۔ ماریہ نے اُسے کئی بار منع کیا تھا کہ اتنی طبیعت خراب ہونے کے باوجود نہ جائے، مگر وہ اذہان کون تھا جو کسی کی سنتا۔

زیورخ، سوئٹزرلینڈ کا ایک اہم شہر ہے۔ معاشی مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ سیاحت کے لیے بھی خاصی شہرت رکھتا ہے۔ جھیلِ زیورخ یہاں کا ایک نمایاں سیاحتی مقام ہے۔ سردیوں میں اگرچہ جھیل مکمل طور پر نہیں جمتی، مگر اُس کے کنارے برف کی تہوں سے ڈھک جاتے ہیں۔ برفیلے موسم میں پانی پر تیرتی بطخیں اور ہنس زندگی کی موجودگی کا احساس دلاتے ہیں۔ اس وقت زیورخ میں دوپہر کا وقت تھا۔ ایک ادھیڑ عمر شخص جھیل کے کنارے کھڑا تھا۔ اُس نے سیاہ رنگ کا اونی کوٹ پہن رکھا تھا، گردن کے گرد مفلر لپٹا ہوا تھا، ہاتھوں میں دستانے اور پاؤں میں لمبے بوٹ تھے۔ اس جھیل کے کنارے کھڑا وہ شخص ہمیشہ ماضی کی یادوں میں کھو جاتا تھا۔ تکلیف دہ... مگر خوبصورت یادیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"سر، ہمیں چلنا چاہیے۔ آپ کی دوا کا وقت ہو گیا ہے۔" ملازم کی آواز پر وہ چونک کر حال میں لوٹا۔ اُس نے نظریں اٹھا کر ملازم کو دیکھا۔ اُس کی آنکھیں اس عمر میں بھی غیر معمولی طور پر خوبصورت تھیں۔ سیاہ آنکھیں۔ گہری سیاہ آنکھیں۔ یہ آنکھیں کہیں دیکھی ہوئی لگتی تھیں۔

"اُس کا فون آیا؟" اُنہوں نے امید بھرے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں سر۔ میم سے پوچھا تھا، وہ کہہ رہی تھیں کہ وہ بہت مصروف ہیں۔ فارغ ہوں گے تو خود کال کر لیں گے۔" ملازم کی آواز میں شرمندگی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اُنہیں اُس ایک کال کا کتنا انتظار رہتا ہے۔

"چلو، چلتے ہیں۔" وہ دھیرے سے بولے اور آگے بڑھ گئے۔ ماضی کو پیچھے چھوڑنے کی کوشش کرتے ہوئے۔ مگر کبھی کبھی آگے بڑھنے کے لیے صرف قدم نہیں، دل کو بھی راضی کرنا پڑتا ہے... اور یہ کمبخت دل مانتا کہاں ہے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

ایلاف کو یہاں آئے ایک ہفتے سے زیادہ ہو چکا تھا، مگر ابھی تک وہ گھر کے باقی افراد سے زیادہ نہیں مل پائی تھی۔ اس وقت بھی وہ رانیا کے کمرے میں موجود تھی۔ اُسے لگتا تھا کہ چوبیس گھنٹوں میں سے پچیس گھنٹے اُسے رانیا کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ رانیا باتھ روم میں تھی جب آریان بغیر دستک دیے کمرے میں داخل ہوا۔

"رانیا۔" ایلاف گھبرا کر مڑی۔

آریان بھی اُسے دیکھ کر چونک گیا۔ "آپ کون؟" آریان نے سوال کیا۔

ایلاف چند لمحے خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی، پھر نظریں ہٹا کر کھڑکی کی طرف دیکھنے لگی۔ آریان کو اُس کا یہ رویہ عجیب لگا۔ اس لیے نہیں کہ اُس نے اپنا تعارف نہیں کروایا تھا، بلکہ اس لیے کہ اُس نے اُس کا نام تک نہیں پوچھا تھا۔ شاید پہلی بار کسی لڑکی نے اُسے مکمل طور پر نظرانداز کیا تھا۔ اتنے میں رانیا باتھ روم سے باہر آئی۔

"بھائی! آپ کب آئے؟" اُسے دیکھتے ہی اُس کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

"بس ابھی کچھ دیر پہلے۔ طبیعت کیسی ہے اب؟"

"پہلے سے بہتر۔ اذہان بھائی کہاں ہیں؟"

"بھائی تو دبئی چلے گئے۔ ایک اہم کلائنٹ کے ساتھ میٹنگ تھی۔"

ایلاف خاموشی سے کمرے کے ایک کونے میں بیٹھی رہی۔ رانیا کے مطابق اُس نے سارا دن کمرے میں رہنا تھا، مگر اُس کے معاملات میں مداخلت نہیں کرنی تھی۔

آریان نے ایلاف کی طرف اشارہ کیا۔"یہ کون ہیں؟"

"یہ وہی لڑکی ہے جسے بھائی نے میرے لیے رکھا ہے۔ابھی گھر کے اندر ہی رہ رہی ہے۔"

"اوہ..."آریان ہلکا سا مسکرایا اور ایلاف کی طرف بڑھا۔"ہائے، میں آریان ہوں۔رانیا کا بڑا بھائی۔"اس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ایلاف نے پہلے اُس کے ہاتھ کو دیکھا، پھر اُس کے چہرے کو۔اُس کے تاثرات ہمیشہ کی طرح ناقابلِ فہم تھے۔

"میں کسی لڑکے سے ہاتھ نہیں ملاتی۔"وہ پر سکون لہجے میں بولی۔

پھر رانیا کی طرف متوجہ ہوئی۔"اگر آپ کو کوئی کام ہو تو میں آجاؤں گی۔فی الحال میں اپنا کام کر لیتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھی۔ ابھی اُس نے ڈور نوب پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ آریان نے آہستہ سے رانیا سے کہا،

"بہت عجیب بندی ہے۔" مگر اُس کی یہ سرگوشی بھی ایلاف کے تیز کانوں تک پہنچ گئی۔ وہ رکی۔ پھر مڑی اور آریان کی طرف دیکھا۔

"میں عجیب نہیں، حقیقت پسند ہوں۔" اس کی آواز پر سکون تھی مگر لہجہ سخت۔

Clubb of Quality Content!

"اور حقیقت یہ ہے کہ ہم پاکستانیوں کے کچھ اصول، کچھ رسم و رواج اور کچھ حدود ہیں جنہیں ہم پار نہیں کرتے۔ جیسے ایک نامحرم لڑکے اور لڑکی کا ہاتھ ملانا۔ مگر آپ امیر لوگوں نے اسے بھی عام کر دیا ہے۔ اپنے ارد گرد دیکھیے اور جانیے کہ عجیب میں نہیں، آپ ہیں... جو مغربی رسموں کو فالو کرتے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ رکی نہیں۔ دروازہ کھولا اور باہر نکل گئی۔ آریان چند لمحے اُسے جاتا دیکھتا رہا۔

پھر رانیا کی طرف مڑا۔ "اتنی سی بات پر اتنا بڑا لیکچر؟ یہ کیا رکھ لیا ہے بھائی نے تمہارے لیے؟"

"ایسی ہی ہے۔ بھائی، آپ اسے چھوڑیں، مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔" رانیا کی سنجیدہ آواز سن کر آریان فوراً متوجہ ہوا۔ اتنے دنوں بعد اُسے رانیا کو نسبتاً نارمل دیکھ کر اچھا بھی لگ رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"ہاں، میں سن رہا ہوں۔"

"یہاں نہیں... چھت پر چلتے ہیں۔"

دوسری طرف ایلاف اپنے کمرے میں داخل ہوئی تو اُس کے ماتھے پر پسینہ چمک رہا تھا۔ساری دنیا کے سامنے پُراعتماد اور مضبوط نظر آنے والی ایلاف کا اصل چہرہ تو یہی تھا۔وہ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بڑبڑائی، "عجیب لوگ ہیں... ہاتھ ملائیں گے۔اماں ٹھیک ہی کہتی ہے،اِن کی دنیا ہم سے کتنی الگ ہے۔"

العادل ہسپتال، ابو ظہبی میں اس وقت مریضوں کا جمِ غفیر موجود تھا۔لوگ راہداری میں رکھی کرسیوں پر بیٹھے اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔ ہسپتال کافی وسیع تھا۔ بائیں جانب کیش کاؤنٹر، دائیں جانب سیڑھیاں اور سامنے ڈاکٹروں کے کمرے تھے، جبکہ ایک طرف میٹنگ روم واقع تھا۔میٹنگ روم میں ڈاکٹر شیکھر موجود تھے۔ان کا تعلق بھارت سے تھااور وہ ہسپتال کے سینئر ترین ڈاکٹروں میں شمار ہوتے تھے۔ان کے سامنے ڈاکٹر سونیا جونیجو بیٹھی تھیں، جو پاکستان سے تعلق رکھتی تھیں۔لمبے گھنے سیاہ بال جو جوڑے میں بندھے تھے گندمی رنگت اور سیاہ آنکھیں

۔دونوں ممالک کے درمیان کشیدگی کے باوجود ان کی دوستی میں خاص اپنائیت تھی۔ ڈاکٹر شیکھر سونیا کو اپنی بہنوں کی طرح عزیز رکھتے تھے۔اس وقت دونوں ایک مریض کے کیس پر گفتگو کر رہے تھے۔ ڈاکٹر سونیا ایک نیورو سرجن تھیں۔ان کے حال ہی میں آپریشن کیے گئے مریض کی یادداشت متاثر ہو گئی تھی۔اس کیفیت کو پوسٹ آپریٹو ایمنیشیا کہا جاتا ہے، جو بعض اوقات شدید ذہنی یا جسمانی صدمے کے باعث پیدا ہوتی ہے۔

"تو کیا کونسلنگ کے ذریعے ہم اس کی یادداشت واپس لا سکتے ہیں؟" سونیا نے امید بھری آواز میں پوچھا۔

"کوشش کی جا سکتی ہے، مگر اس میں وقت لگے گا۔" ڈاکٹر شیکھر نے فائل اٹھاتے ہوئے کہا۔ "یہ فائل میں گھر لے جا رہا ہوں، مزید تفصیل سے دیکھوں گا۔" سونیا نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔ ڈاکٹر شیکھر اب ان کے بجھے ہوئے چہرے کے عادی ہو چکے تھے۔ "اگر اتنی فکر ہے تو کال کر کے حال چال پوچھ لو۔" یہ سنتے ہی سونیا کی نظریں جھک گئیں۔

"میری کال ریسیو نہیں کرتا۔ اگر کبھی کر بھی لے تو بہانے سے بند کر دیتا ہے۔" ان کی آواز میں برسوں کی تھکن تھی۔

"اس کا زخم بھی بڑا ہے، بھرنے میں وقت لگے گا۔" سونیا تلخ مسکرائیں۔

"پندرہ سال سے زخم ہی تو بھر رہا ہے۔" یہ کہہ کر وہ تیزی سے اپنا سامان سمیٹتی ہوئی میٹنگ روم سے نکل گئیں۔

ڈاکٹر شیکھر نے افسردگی سے آہ بھری۔ وہ جانتے تھے کہ سونیا سے غلطی ہوئی تھی، مگر وہ پچھتا بھی رہی تھیں۔ آخر ماں کا دل تھا، نرم تو ہونا ہی تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ہسپتال کے دوسرے وارڈ میں اذہان ڈاکٹر زیران کے سامنے بیٹھا تھا۔

"آپ کو خواب میں کیا دکھائی دیتا ہے؟" ڈاکٹر زیران نے نرمی سے پوچھا۔ اذہان چند لمحے خاموش رہا۔ "میں خود کو ایک کمرے میں بند دیکھتا ہوں۔ ایک عورت مجھے مار رہی ہوتی ہے۔ میں چیختا ہوں، منت کرتا ہوں کہ مجھے چھوڑ دے، مگر وہ نہیں سنتی۔"

ڈاکٹر زیران نے غور سے اس کی بات سنی۔ "کیا آپ نے اس عورت کا چہرہ دیکھا؟"

"نہیں۔ لیکن مجھے لگتا ہے کہ اس وقت میری عمر چھ سال کے قریب تھی۔"

"اور آپ کو لگتا ہے یہ صرف خواب نہیں؟" اذہان نے آہستہ سے سر ہلایا۔

" کبھی کبھی لگتا ہے جیسے یہ حقیقت ہو۔ اس خواب میں درد بھی محسوس ہوتا ہے۔" ڈاکٹر زیران چند لمحے خاموش رہے۔

"بعض اوقات بچپن کے شدید صدمے دماغ لاشعور میں چھپا دیتا ہے تاکہ انسان زندہ رہ سکے اور اپنی زندگی جاری رکھ سکے۔ یاد ختم نہیں ہوتی، صرف دب جاتی ہے۔ پھر برسوں بعد خوابوں، بے چینی یا غیر واضح احساسات کی صورت میں واپس آنے لگتی ہے۔"

اذہان کی نظریں فرش پر جم گئیں۔" مگر مجھے اپنا بچپن یاد ہی نہیں۔"

"شاید اسی لیے کہ آپ کا دماغ ابھی تک آپ کو اس تکلیف سے بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔""تو یہ سب واپس کیوں آ رہا ہے؟"

"کیونکہ اب شاید آپ اتنے مضبوط ہو چکے ہیں کہ ان یادوں کا سامنا کر سکیں۔" کمرے میں چند لمحوں کی خاموشی چھا گئی۔

"کیا یہ خواب دوبارہ آئیں گے؟" اذہان نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

"ممکن ہے۔ لیکن انہیں زبردستی یاد کرنے کی کوشش مت کیجیے۔ بعض یادیں اپنے وقت پر خود سامنے آتی ہیں۔"

پھر ڈاکٹر زیران نے فائل بند کرتے ہوئے کہا،

"اگر ممکن ہو تو اپنے والدین سے بھی ماضی کے بارے میں بات کیجیے۔ شاید کوئی ایسی چیز ہو جو آپ نہیں جانتے۔" والدین کا ذکر سنتے ہی اذہان کے جبڑے بھینچ گئے۔ اس کے چہرے پر ایک لمحے کو کرب سا ابھرا۔ ڈاکٹر زیران نے یہ تبدیلی محسوس کی، مگر کچھ نہیں کہا۔ کچھ زخم ایسے ہوتے ہیں جنہیں الفاظ سے نہیں، وقت سے بھرنا پڑتا ہے۔ اذہان خاموشی سے اٹھا، ڈاکٹر سے مصافحہ کیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اذہان ابھی ہسپتال کی اینٹرنس پر تھا جب اتفاقاً ڈاکٹر سونیا کا وہاں سے گزر ہوا۔ سونیا کی نظر جیسے ہی اذہان پر پڑی، ان کے چہرے پر خوشی دوڑ گئی۔ اذہان فون پر کسی سے بات کرتے ہوئے مسکرا

رہا تھا۔ سونیا چند قدم کے فاصلے پر رک گئیں۔ وہ اس کے قریب تو آ گئیں مگر اس کی گفتگو ختم ہونے کا انتظار کرنے لگیں۔

"مام، میں وقت پر کھانا کھاؤں گا اور کام ختم ہوتے ہی روم میں بھی چلا جاؤں گا۔" اذہان کی آواز غیر معمولی حد تک نرم تھی۔

سونیا خاموش کھڑی سنتی رہیں۔ "مام پلیز... اب تو میرے ورکرز اور دوست بھی مجھے 'ماما بوائے' سمجھنے لگے ہیں۔ دوسری طرف یقیناً ماریہ تھیں۔ اذہان گفتگو میں اتنا محو تھا کہ اسے سونیا کی موجودگی کا احساس تک نہ ہوا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"چلیں، آپ سے بعد میں بات کرتا ہوں۔" فون بند کرتے ہی وہ مڑا، مگر سامنے سونیا کو کھڑا دیکھ کر اس کے چہرے کی تمام نرمی لمحوں میں غائب ہو گئی۔ آنکھیں سرد اور تاثرات سپاٹ ہو گئے۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، سونیا آگے بڑھیں اور اسے گلے لگا لیا۔

"آج تم ہی یاد آ رہے تھے... مگر کال کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔"

اذہان خاموش کھڑا رہا۔ نہ اس نے جواب دیا، نہ بانہیں واپس اٹھائیں۔

سونیا آہستہ سے الگ ہوئیں۔ "بیٹا... کم از کم جواب ہی دے دو۔"

"میں مصروف ہوتا ہوں، اس لیے کال نہیں کر پاتا۔" سپاٹ لہجہ۔

وہی لہجہ جو سونیا کو سب سے زیادہ زخمی کرتا تھا۔ وہ ان سے نہ لڑتا تھا، نہ شکوہ کرتا تھا، نہ الزام دیتا تھا۔ بس فاصلے پر کھڑا رہتا تھا۔

ناولز کلب
Club of Quality Content

"میں تمہیں بہت عرصے بعد دیکھ رہی ہوں۔ شاید... چھ سال پہلے دیکھا تھا۔ تب تم بیس سال کے تھے؟"

اذہان کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ ابھری۔ "میں اُس وقت تئیس سال کا تھا۔" سونیا کی نظریں جھک گئیں۔ شرمندگی چہرے پر صاف نظر آ رہی تھی۔

"میرے ساتھ ڈنر کر لو۔" انہوں نے فوراً سے بات بدلی تھی۔

"نہیں، آج رات واپس جا رہا ہوں۔ کچھ کام ختم کرنے ہیں۔"

سونیا جانتی تھیں جواب یہی ہو گا۔"تو میری بھی ٹکٹ کروا دینا۔ مجھے بھی پاکستان جانا ہے، کچھ ضروری کام ہیں۔"

اذہان نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کیں۔ وہ منع کرنا چاہتا تھا۔

بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔ مگر ہمیشہ کی طرح خاموش رہا۔

Clubb of Quality Content

"او کے۔ میں آپ کو کال کر کے بتا دوں گا۔" یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔

سونیا اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہیں۔ برسوں بعد آج انہیں ایسا لگا تھا جیسے قسمت نے ان کے لیے کوئی چھوٹا سا دروازہ دوبارہ کھولا ہو۔

واپس ہوٹل پہنچ کر اذہان نے اپنا کام مکمل کیا اور سونیا کی ٹکٹ بھی بک کروا دی۔ دوسری طرف سونیا ڈاکٹر زیران کے کمرے میں موجود تھیں۔

"میں چند دن کے لیے پاکستان جا رہی ہوں، تم چلو گے؟"

زیران نے فائل بند کرتے ہوئے ان کی طرف دیکھا۔

"میں وہاں جا کر کیا کروں گا، مام؟ آپ جائیں۔" سونیا چند لمحے اسے دیکھتی رہیں۔ اس ایک جملے میں انہیں اذہان کی جھلک محسوس ہوئی۔ دونوں بھائی اپنی خاموشیوں میں ایک جیسے تھے۔

"اوکے بیٹا۔" سونیا کے جاتے ہی زیران نے گہری سانس لی۔

کمرے کی خاموشی اچانک بھاری محسوس ہونے لگی۔ وہ سونیا سے نفرت کرتا تھا... مگر برسوں سے اس نفرت کو چہرے تک آنے نہیں دیتا تھا۔

تین گھنٹے کے سفر کے بعد اذہان اور سونیا اسلام آباد ایئرپورٹ پر اترے۔ باہر نکلتے ہی سونیا نے ارد گرد دیکھا۔

"اپنی مٹی کی بات ہی الگ ہوتی ہے۔" اذہان نے ان کی بات سنی، مگر جواب دیے بغیر آگے بڑھ گیا۔ سونیا بھی اس کے پیچھے چل دیں۔

"میں بھی دارِ رئوفی جاؤں گی۔" اذہان رک گیا۔ اس نے پہلی بار سیدھا ان کی طرف دیکھا۔

"پلیز، مس جونیجو۔ آپ پہلے ہی بہت کچھ کر چکی ہیں۔ اب میں اپنے راستے... اور آپ اپنے راستے۔" سونیا کے چہرے پر ایک زخمی سی مسکراہٹ ابھری۔

"ٹھیک ہے۔" وہ مڑنے لگیں۔ چند قدم ہی چلی تھیں کہ اذہان کی آواز سنائی دی۔

"گاڑی میں بیٹھ جائیں۔" سونیا کے قدم رک گئے۔

وہ پلٹیں تو اذہان پہلے ہی آگے بڑھ چکا تھا۔ چہرہ اب بھی سپاٹ تھا۔ مگر دل... ہمیشہ کی طرح اس کی زبان سے زیادہ نرم نکلا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

آدھے گھنٹے بعد وہ لوگ دارِ رئوفی پہنچ گئے۔ سونیا اذہان کے پیچھے پیچھے اندر داخل ہوئیں۔ اتنے برسوں بعد اس گھر میں قدم رکھنا ان کے لیے عجیب بھی تھا اور تکلیف دہ بھی، مگر اذہان کی خاطر وہ اندر آ گئی تھیں۔ ڈرائنگ روم میں ماریہ صوفے پر بیٹھی فون پر کسی سے بات کر رہی تھیں۔ سونیا کی نظر اذہان پر پڑی تو وہ چند لمحوں کے لیے خاموش رہ گئیں۔ پچھلے چوبیس گھنٹوں

میں پہلی بار انہوں نے اس کے چہرے پر نرمی دیکھی تھی۔ وہی نرمی جوان کے لیے کبھی نہیں بچی تھی۔ دل میں ایک چبھن سی اٹھی، مگر وہ جانتی تھیں کہ اس کی وجہ بھی وہ خود تھیں۔

"اذہان جب واپس آئے گا تب میں آپ کو بتادوں گی۔"

ماریہ نے فون پر کہا تو اذہان کے ہونٹوں پر فوراً مسکراہٹ آ گئی۔ وہ جانتا تھا کہ ماریہ اس کی سالگرہ کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔

"کیا بتادیں گی، مام؟"

اس کی آواز میں شرارت تھی۔ ماریہ چونک کر مڑیں اور فوراً کال بند کر دی۔ مگر اپنی جگہ سے اٹھیں نہیں۔ وہ ابھی تک اس سے ناراض تھیں۔ اذہان ان کے قریب گیا اور ان کے قدموں کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر آہستگی سے چوما۔

"مام... آئی ایم سوری۔ مجھے آپ کو بتا کر جانا چاہیے تھا۔" اس کی آواز میں ندامت بھی تھی اور محبت بھی۔

"اذہان، کم از کم مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔" ماریہ نے خفگی سے کہا۔

"مجھے لگا تھا میرا بیٹا مجھ سے کوئی بات نہیں چھپاتا۔" اب انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ اذہان سائیکائٹرسٹ کے پاس جا رہا ہے۔

"میں آپ کو بتا دیتا، مام۔" اذہان نے نرمی سے کہا۔ "میں بس آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

یہ کہہ کر اس نے سر ماریہ کی گود میں رکھ دیا۔ ماریہ نے چند لمحے اسے دیکھا، پھر بے اختیار اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں۔ ناراضی آخر کب تک قائم رہتی؟۔ وہ ماں تھیں۔ اور ماں کا دل اپنے بچوں سے زیادہ دیر خفا نہیں رہ سکتا۔ ماریہ کی ناراضی ہوا میں تحلیل ہو گئی۔ اذہان یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ انہیں کیسے منایا جاتا ہے۔ شاید اسی لیے گھر کے باقی بچے اکثر اس سے خفا ہو جاتے تھے۔ ماریہ اذہان سے ناراض بھی ہوتیں تو زیادہ دیر نہیں رکھتیں، اور اس کے سامنے تو وہ ناراضگی کا دکھاوا بھی نہیں کرتیں۔ انہوں نے آہستگی سے اپنا ہاتھ اذہان کے سر پر رکھا اور اس کے بالوں کو سہلانے لگیں۔

"چلو اب اٹھو اور فریش ہو جاؤ۔ میں کھانا لگاتی ہوں۔"

سونیا سب کچھ پیچھے کھڑی دیکھ رہی تھیں۔ان کے اندر ایک عجیب سا درد اٹھا۔ان کی اپنی اولاد کسی اور کو ماں کہہ رہی تھی، اور اسی کی آغوش میں سکون لے رہی تھی۔انہوں نے دیکھا کہ کیسے اذہان ماریہ کو دیکھتے ہی بدل گیا۔اس کی آواز اور اس کے تاثرات سب نرم ہو گئے۔وہ اذہان کی ایک جھلک کو ترستی تھیں، اور یہاں وہ کسی اور کے سائے میں مطمئن تھا۔اسی لمحے ماریہ نے اپنی پیٹھ پر ایک نظر محسوس کی۔وہ آہستہ سے پلٹیں۔سونیا کو دیکھتے ہی ان کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ماضی اچانک ان کے سامنے کھڑا تھا، وہی زخم، وہی حساب، وہی درد جو انہوں نے برسوں دبائے رکھا تھا۔سونیا نے ان کے چہرے کا بدلتا ہوا رنگ دیکھا اور ہلکی سی مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پر آگئی۔اذہان نے محسوس کیا کہ ماریہ کے ہاتھ اس کے بالوں سے ہٹ گئے ہیں۔پھر اس نے بھی سونیا کو دیکھ لیا۔اس نے آہستگی سے سر ماریہ کی گود سے اٹھایا اور ان کی طرف دیکھا، مگر ماریہ اب اسے نہیں دیکھ رہی تھیں۔وہ سونیا کو دیکھ رہی تھیں۔اور شاید اس لمحے وہ دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں دیکھ رہیں تھیں۔فضا اچانک بھاری ہو گئی۔

"مارا، مجھ سے ملو گی نہیں؟"

سونیا نے کہا۔ان کی آواز میں ایک عجیب سی سفاکی تھی۔ماریہ کی آواز برف کی طرح ٹھنڈی تھی۔"اذہان، تم جاؤ یہاں سے۔"

اذہان چونکا۔ وہ کچھ کہنے کو ہوا، مگر اس سے پہلے ہی ماریہ کی آواز سخت ہو گئی۔

"تمہیں سنائی نہیں دیا؟" اذہان کو جیسے جھٹکا لگا۔ وہ ماریہ کی اس ٹون کا عادی نہیں تھا۔ وہ ہمیشہ اس سے نرمی سے بات کرتی تھیں۔ چاہے کتنا بھی جھگڑا ہو جاتا، کتنی بھی غلطی ہو، وہ اسے ڈانٹنے سے بھی گریز کرتی تھیں۔ مگر آج ان کا انداز بالکل اجنبی تھا۔ اور یہ بدلاؤ سونیا کی موجودگی کے بعد آیا تھا۔ اذہان نے ایک لمحے کو دونوں کو دیکھا، پھر سوچا کہ بہتر ہے انہیں بات کرنے دے۔ وہ وہاں سے جانے کے لیے اٹھ گیا۔ وہ ابھی سیڑھیوں کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ سونیا نے اسے آواز دے کر روک لیا اور ماریہ کو مخاطب کیا۔

"مارا، تم میرے بیٹے سے اس طرح بات نہیں کر سکتیں۔ تم اسے حکم نہیں دے سکتیں۔" ماریہ نے ایک نظر سونیا پر ڈالی۔

"تمہارا بیٹا؟"

"ہاں، میرا بیٹا۔" اذہان یہ سب حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ وہ سونیا کو نہیں جانتا تھا، مگر ماریہ ہمیشہ نرم مزاج رہی تھیں۔ اس نے آج تک انہیں اونچی آواز میں بھی نہیں دیکھا تھا۔ مگر آج وہ اپنا ضبط کھو رہی تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"یہ میرا بیٹا ہے، میری اولاد۔ تم نے چاہے اسے پیدا کیا ہو، مگر میں نے اسے پالا ہے۔ میں اس کی ماں ہوں۔ کسی کو حق نہیں کہ میرے بیٹے کو اپنا کہے۔ اذہان میری اولاد ہے، میری پہلی اور محبوب اولاد۔" ماریہ کی آواز بلند ہو گئی۔ سونیا نے سکون سے اذہان کو پکارا۔

"اذہان، میرے ساتھ چلو۔"

انہوں نے ماریہ کو نظرانداز کر دیا۔ وہ جانتی تھیں کہ ماریہ جو کہہ رہی ہیں وہ جذباتی سچائی ہے۔ مگر ماریہ نے فوراً سخت لہجے میں کہا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اذہان، اندر جاؤ۔ اور باہر مت آنا۔"

اذہان نے ایک لمحہ توقف کیا، پھر خاموشی سے ماریہ کی بات مان لی۔ وہ انہیں مزید ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ سونیا سے اسے ویسے بھی کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا، اس لیے وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ سونیا کے چہرے سے ہلکی سی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ اس کے جانے کا مطلب تھا کہ اذہان نے ماریہ کو چن لیا تھا۔ سونیا نے ماریہ کی طرف دیکھا۔

"ہاں، تو تم کہہ رہی تھیں کہ یہ تمہاری اولاد ہے۔ یاد ہو تو تم نے اسی اولاد کو چھوڑ دیا تھا۔ پھر یہاں لینے کیا آئی ہو؟"

اب ان کی آواز میں سکون تھا، مگر اندر ایک سختی چھپی ہوئی تھی۔

"میں اپنے گھر آئی ہوں۔"

"کون سا گھر؟ کون سی اولاد؟ یہ سب میرا ہے۔ تم خود چھوڑ کر گئی تھیں۔"

ماریہ کی یہ بات سن کر سونیا انہیں خاموشی سے دیکھتی رہیں۔

یہ وہ ماریہ نہیں تھی جسے وہ جانتی تھیں۔ کمزور، نرم، خاموش۔ یہ عورت اب ایک ملکہ کی طرح کھڑی تھی، جس کی ہر چیز پر گرفت تھی۔ سونیا کے اندر ایک لمحے کو دراڑ سی پڑی، مگر انہوں نے خود کو سنبھال لیا۔

"وہی اولاد جسے میں واپس لینے آئی ہوں۔ اور میں نے اسے چھوڑا نہیں تھا، تم بھی یہ جانتی ہو اور میں بھی۔"

یہ کہہ کر وہ رکی نہیں، اور وہاں سے باہر نکل گئیں۔ ماریہ وہیں صوفے پر گر گئیں۔ ان کے اندر خوف کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ وہ سب کچھ پھر سے چھیننے آئی تھیں۔

ڈرائنگ روم سے نکل کر جب اذہان اوپر اپنے کمرے کی طرف جارہا تھا تو اسے کسی کی ہنسی سنائی دی۔ یہ آواز رانیا کی نہیں تھی۔

اس کے قدم فوراً رک گئے۔ آواز ایک کمرے سے آ رہی تھی۔ دروازہ بند تھا مگر مکمل طور پر نہیں۔ وہ آہستگی سے قریب گیا۔

لڑکی کی پشت اذہان کی طرف تھی۔ وہ کھڑکی کے سامنے زمین پر بیٹھی فون پر کسی سے بات کر رہی تھی۔ اس کے بال اس کی پشت پر بکھرے ہوئے تھے اور دوپٹہ سائیڈ پر رکھا ہوا تھا۔

اس کی ہنسی اذہان کو عجیب طرح سے مسمرائز کر گئی۔ کچھ لمحے وہ وہیں کھڑا رہا، پھر اسے احساس ہوا کہ وہ کسی کے کمرے میں بغیر اجازت جھانک رہا ہے۔ وہ فوراً پیچھے ہٹا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ ایلاف نے اپنی پشت پر کسی کی موجودگی محسوس کی اور فوراً مڑ کر دیکھا، مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے سر جھٹکا اور دوبارہ فون کی باتوں میں مصروف ہو گئی۔

"میں کچھ دن میں آؤں گی۔"

"ہاں پلیز، اور ہم امی ابو کو سرپرائز دیں گے۔"

"چلو میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں۔"

ایلاف نے کال ختم کی اور دوبارہ اپنے کام میں لگ گئی۔ اذہان کمرے میں آکر سیدھا بیڈ پر لیٹ گیا۔ نیند لینے کی کوشش کرنے لگا کہ اچانک اس کے فون نے وائبریٹ کیا۔ اس نے جیب سے فون نکالا۔ ڈاکٹر زیران کی کال تھی۔ پہلے تو اس نے کال کاٹنے کا سوچا، مگر پھر اٹھالی۔

"جی ڈاکٹر؟"

"کیا تمہیں کچھ پتا چلا کہ وہ خواب کس بارے میں ہے؟"

"نہیں ابھی نہیں۔مام سے پوچھوں گا۔"

"اوکے۔"کال ختم ہو گئی۔

"عجیب آدمی ہے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اذہان نے فون سائیڈ ٹیبل پر پھینکا اور آنکھیں بند کر لیں۔پھر دراز سے نیند کی گولیاں نکال کر کھا لیں۔

اس دن کے بعد ملیحہ مکمل طور پر خاموش ہو گئی تھی۔اب وہ زیادہ تر اپنے کمرے میں رہتی، کھڑکی کے پاس بیٹھی کسی سوچ میں گم رہتی۔اس کی امی آہستہ سے اس کے کمرے میں آئیں اور اسے احساس تک نہ ہوا۔انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک گئی۔

"ماما، آپ کب آئیں؟" اس نے ہلکی سی مسکراہٹ لانے کی کوشش کی، مگر ناکام رہی۔

"ملیحہ، ایک مہینہ ہو گیا ہے۔ تم نے نہ کچھ بتایا، نہ کسی سے بات کی، بس فیصلہ کر کے سنا دیا۔ تم تو اذہان کو پسند کرتی تھیں نا؟ پھر یہ فیصلہ کیوں؟ وہ تمہیں پسند بھی کرتا ہے اور تمہارے ساتھ اچھا بھی ہے۔" ان کی آواز میں سختی تھی۔

"مام، پلیز۔" اس کی آواز بھر آئی۔ آنکھوں میں آنسو جمع ہو گئے۔

"بیٹا، میں تمہاری ماں ہوں، مجھے صرف تمہاری فکر ہے۔"

"میں جانتی ہوں ماما، مگر وہ مجھ سے محبت نہیں کرتا۔ مجھے لگا تھا وقت کے ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا، مگر ایسا نہیں ہوا۔ وہ نہ اپنے مسائل مجھ سے بانٹتا ہے، نہ میرے سوالوں کے جواب دیتا ہے۔ میں ایسے شخص کے ساتھ نہیں رہ سکتی جو حال اور ماضی میں بٹا ہوا ہو۔"

"مگر بیٹا..."

"میں جانتی ہوں بابا کو بزنس کی فکر ہے، مگر میں اس کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ محبت کے بغیر شادی نہیں چلتی، اور بھروسہ بھی نہیں۔ ہماری کوئی understanding نہیں ہے۔ میں آپ اور بابا جیسی زندگی نہیں گزار سکتی۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا، بچے۔" روبینا نے اسے گلے لگا لیا۔

"ماما، دعا کریں... کہیں ایسا نہ ہو کہ سب ٹھیک ہوتے ہوتے میرا دل ہی مر جائے۔" یہ کہتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

حیدر ہاؤس سے نکل کر جب وہ واپس دار رئوفی پہنچیں تو سونیا لان میں چکر لگا رہی تھیں۔ اسی دوران گیٹ سے ایک مرسڈیز بینز اندر داخل ہوئی۔ گاڑی اپنی شان سے رکی اور عثمان باہر نکل آئے۔

Clubb of Quality Content

سونیا نے انہیں دیکھا تو مسکرا کر ہاتھ ہلایا۔ پہلے عثمان کا چہرہ انہیں دیکھ کر ذرا سا سخت ہوا، مگر فوراً ہی انہوں نے اپنے تاثرات سنبھال لیے اور ان کی طرف بڑھ گئے۔

"سونیا، تم کب آئیں؟"

"آج ہی اذہان کے ساتھ آئی ہوں۔ مگر تمہاری بیوی مجھے دیکھ کر کچھ خاص خوش نہیں ہوئی۔" سونیا نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"تمہیں نہیں آنا چاہیے تھا۔" سونیا عثمان کے قریب ہو گئیں اور ان کے سینے پر انگلی رکھ دی۔

"تم کون ہوتے ہو مجھے بتانے والے؟"

"میں اپنے گھر میں بدمزگی نہیں چاہتا۔" عثمان غصے سے بولے۔

کچھ لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔ سونیا نے انہیں اس طرح غصے میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"میں صرف اذہان کے ساتھ وقت گزارنے آئی ہوں۔ اور کچھ زمین کے کام بھی ہیں۔" عثمان نے ناک سے ہنکارہ بھرا۔

"جب تک رہو، سکون سے رہو۔ اور اذہان کو سچائی کا کبھی پتا نہیں چلنا چاہیے۔ اور ہاں، میرے ساتھ اندر آؤ۔ یہاں تماشہ لگانے کی ضرورت نہیں۔" یہ کہہ کر وہ دونوں اندر کی طرف چل پڑے۔ یہ سب منظر ماریہ دیکھ رہی تھیں۔ ان کے خدشات درست ثابت ہو رہے تھے۔ اندر آ کر عثمان ماریہ کی طرف بڑھے اور مسکرا دیے، مگر ان کے پیچھے کھڑی سونیا کو دیکھ کر ماریہ مسکرا نہ سکیں۔ عثمان نے آگے بڑھ کر ماریہ کا ماتھا چوما۔ سونیا کی مسکراہٹ کہیں دور چلی گئی۔ عثمان نے مڑ کر سونیا کو دیکھا، پھر ماریہ کی طرف۔ سونیا اب بھی مسکرا رہی تھیں۔

"سونیا کچھ دن یہیں رہیں گی۔ میں چاہتا ہوں آپ ایک مہمان کی حیثیت سے ان کی خاطر مدارت کریں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"او کے۔"

یہ کہہ کر ماریہ عثمان کے پہلو سے ہٹیں اور سونیا کے پاس آئیں۔

"میں تمہیں کمرہ دکھاتی ہوں۔"

"میں اپنے گھر کے راستے جانتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئیں۔

پیچھے سے ماریہ کی آواز آئی۔

"سابقہ گھر۔"

یہ سن کر سونیا نے قدم زور سے پٹخے اور سیڑھیاں چڑھ گئیں۔

کمرے میں داخل ہو کر انہوں نے دروازہ زور سے بند کیا اور بیڈ پر گر گئیں۔

"سمجھتی کیا ہے خود کو یہ ماریہ..."

انہوں نے غصے میں پلنگ سے چیزیں زمین پر گرادیں، پھر اپنا بیگ کھولا اور فوراً سکون آور گولیاں لے لیں۔ سکون تو نہیں آنا تھا پر نیند آجائے گی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

رانیا لان میں بیٹھی چائے کی چسکیاں لے رہی تھی۔ آج موسم بے حد خوشگوار تھا؛ ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے ماحول میں خنکی گھول رہے تھے۔ وہ ایک اوور سائز ڈ ٹی شرٹ اور لائٹ بلیو بیگی جینز پہنے، پاؤں میں سادہ سا جوتا ڈالے، بالوں کا ایک ڈھیلا سا بن بنائے بیٹھی اپنے ہی موڈ میں کچھ گنگنا رہی تھی، جب ایلاف قدم بڑھاتی اس کے قریب آئی۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔"

ایلاف نے میرون رنگ کی کرتی کے ساتھ سفید پلازو اور ہم رنگ دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا، اور بال ایک سلیقے دار چٹیا میں بندھے تھے۔

"اوہ، بیٹھو!" رانیا نے کہا۔ آج اس کے لہجے میں ہمیشہ رہنے والا چڑچڑاپن نہیں، بلکہ ایک غیر متوقع نرمی تھی۔ ایلاف اس کے سامنے رکھی کرسی پر براجمان ہوئی اور مدعا بیان کیا۔

"میم! مجھے دو سے تین دن کی رخصت مل سکتی ہے؟ لاہور سے کچھ ضروری سامان لانا ہے۔"

"پر کل میرے بھائی کی برتھ ڈے ہے اور یہاں تمہاری ضرورت ہو گی۔" رانیا نے فوراً اعتراض کیا۔

"میم، میری کیا ضرورت؟ میرا مطلب ہے... میں تو آپ کے پرسنل کام کرتی ہوں، گھر کے کاموں کے لیے تھوڑی ہوں!"

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں، تم کل میرے ساتھ ساتھ رہنا۔"

"میم، کچھ ہی دنوں میں میری یونیورسٹی اسٹارٹ ہو رہی ہے، مجھے کچھ ڈاکومنٹس جمع کروانے ہیں۔ میں صرف ایک دن کی چھٹی ایڈجسٹ کر سکتی ہوں، دو دن کی بھی نہیں!" ایلاف اپنی

Clubb of Quality Content

بات پر اڑی رہی، مگر رانیا اسے جانے دینے پر راضی نہیں تھی۔ سچ تو یہ تھا کہ اسے ایلاف کی موجودگی کی عادت سی ہو گئی تھی۔

"اوکے، اب جاؤ یہاں سے!" رانیا نے اچانک ہی سخت لہجہ اختیار کیا، تو ایلاف نے حیرت سے ابرو اٹھائے۔

(عجیب بائی پولر انسان ہے!) اس نے دل میں سوچا۔ ابھی تو موڈ اتنا اچھا تھا اور پل بھر میں بدل گیا۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور "جی میم" کہتی وہاں سے چلی گئی۔

ایلاف کے جاتے ہی رانیا کا موڈ مزید بگڑ گیا۔ "نہیں کرنی دوستی تو مت کرے، میں کون سا مری جا رہی ہوں!" وہ بڑبڑاتی ہوئی اٹھی اور زمین پر زور سے پیر مارتی وہاں سے اندر چلی گئی بالکل ایک ضدی، بگڑی ہوئی بچی کی طرح جس کی کوئی خواہش پوری نہ ہوئی ہو۔

آج دارِ رؤفی میں ہر طرف ایک گہما گہمی اور ہلچل کا سماں تھا۔ ماریہ لان میں کھڑی اپنی نگرانی میں سجاوٹ اور دیگر انتظامات کو حتمی شکل دے رہی تھیں۔

"ایلین! جلدی سے کیٹرنگ والوں کو بھی کال کرو۔"

"جی میم!" ایلین فرمانبرداری سے کہتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

سالگرہ کی تھیم 'بلیک اینڈ وائٹ' رکھی گئی تھی، جو کہ اذہان کی پسندیدہ تھی۔ ماریہ کے لیے اپنے بچوں کی خوشیاں کائنات کا سب سے قیمتی سرمایہ تھیں۔ اذہان کو اگرچہ اب یہ اچھا نہیں لگتا تھا کہ اس کی سالگرہ اس دھوم دھام سے منائی جائے؛ اس کا موقف ہوتا تھا کہ بھلا ایک ۲۸ سالہ مرد سالگرہ کا کیک کاٹتا ہوا اچھا لگتا ہے؟ مگر ماریہ آگے سے پیار سے کہہ دیتیں کہ یہ ۲۸ سالہ مردان کے لیے آج بھی وہی چھوٹا سا بچہ ہے، اور وہ لاجواب ہو کر خاموش ہو جاتا۔ ماریہ کی بات کو ٹالنا اس کے لیے کبھی ممکن ہی نہیں رہا تھا۔

ماریہ ابھی وہیں کھڑی کام سنبھال رہی تھیں کہ اچانک سونیا نے آکر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"خود کو اتنا مت تھکاؤ مارا... ایک نہ ایک دن تمہیں ویسے بھی یہاں سے جانا ہی ہے۔" اس کی آواز میں جھوٹی ہمدردی اور زہر صاف محسوس ہو رہا تھا۔

ماریہ نے جھٹکے سے اس کا ہاتھ اپنے کندھے سے ہٹایا اور پیچھے ہوئیں۔ ان کے چہرے پر فوراً ناگواری کے تاثرات ابھر آئے۔ وہ سونیا کی ان زہر آلود باتوں کی عادی تو تھیں، مگر اب وہ خاموش رہنے والی ماریہ نہیں تھیں۔

"میں سونیا نہیں ہوں... اب جاؤ یہاں سے، مجھے اپنے بیٹے کی تقریب کے لیے تیاریاں کرنی ہیں،" ماریہ نے دوٹوک لفظوں میں کہا اور رخ پھیر لیا۔

سونیا کو ماریہ کا یہ کڑا لہجہ بری طرح چبھا۔ اس نے ہمیشہ ماریہ کو خاموش دیکھا تھا، مگر اب وہ نا صرف جواب دیتی تھی بلکہ سامنے والے کو لاجواب کر دیتی تھی۔

"مارا! تم میں کس بات کا غرور ہے؟ آخر کس بات پر اتنا اتراتی ہو؟ یہ جو بہادری دکھا رہی ہو نا، یہ سب عثمان کی وجہ سے ہے... جو تمہیں چھوڑتے ہوئے دو منٹ بھی نہیں سوچے گا۔"

ماریہ نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا اور قدم بڑھاتی ہوئی اس کے بالکل قریب آئیں۔

"میں ایک ماں ہوں، سونیا! اور ماں کے اندر فطری طور پر بہادری ہوتی ہے۔ تین بچے ہیں میرے، جن کی مجھے حفاظت کرنی ہے؛ میں کسی کی طرح خالی ہاتھ نہیں ہوں۔ اور رہی بات عثمان کی... تو تمہیں اچھی طرح یاد ہو گا کہ پچھلی بار جب تم نے کوشش کی تھی، تب انجام کیا ہوا تھا؟" یہ کہتے ہوئے ماریہ نے سونیا کے کندھے پر ہلکی سی تھپکی دی اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ایک تمسخر آمیز، جھوٹی ہمدردی سے دیکھا۔ سونیا کے جیسے حلق میں الفاظ پھنس گئے۔ اس کی زبان کو تالا لگ چکا تھا۔ وہ تلملا کر کچھ کہنا چاہتی تھی مگر منہ سے ایک لفظ نہ پھوٹ

سکی۔ ماریہ کچھ لمحے اس کی بے بسی کا لطف لیتی رہیں،اور پھر وہاں سے لمبے لمبے ڈگ بھرتی ہوئی وقار کے ساتھ اندر کی طرف چل دیں۔

راولپنڈی بس اسٹیشن پر اس وقت خاصا ہجوم تھا۔ ہفتے کا دن ہونے کی وجہ سے ہر طرف لوگوں کا ایک جمِ غفیر موجود تھا۔ پردیسی اپنے گھروں کو لوٹنے کی عجلت میں بسوں میں جگہ تلاش کر رہے تھے اور فضا میں مختلف شہروں کو جانے والی گاڑیوں کے کنڈکٹرز کی اونچی آوازیں گونج رہی تھیں کوئی لاہور کے لیے پکار رہا تھا تو کوئی پشاور اور کوئٹہ کے لیے صدائیں لگا رہا تھا۔ لاہور جانے والی گاڑیوں کے اسٹینڈ پر کھڑی ایک چھوٹی وین کے کنڈکٹر سے ایک لڑکی بحث میں الجھی ہوئی تھی۔ اس نے سر پر دوپٹہ اچھے سے جمایا ہوا تھا، ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ تھا اور اباۓ کے ساتھ منہ پر ماسک لگائے وہ خود کو پوری طرح ڈھانپے ہوئے تھی۔

"بھائی! سو روپے کم کرو، اتنا کرایہ تو نہیں بنتا۔" لڑکی نے ٹھیٹ پنجابی میں اپنی طرف سے کرایہ کم کرانے کی آخری کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"باجی! اتنا ہی کرایہ ہے، نہیں بیٹھنا تو مت بیٹھو۔" کنڈکٹر نے انتہائی بے زاری سے جواب دیا۔ وہ آدمی کافی اکھڑ نظر آ رہا تھا، مگر لڑکی بھی اپنی بات پر اڑی ہوئی تھی۔ وہ ابھی مزید کچھ کہنے ہی والی تھی کہ بیگ میں موجود اس کا فون تھرتھرانے لگا۔ اس نے جلدی سے بیگ سے موبائل نکال کر دیکھا تو اسکرین پر 'اماں کالنگ' چمک رہا تھا۔

"میں تو اپنے بتائے ہوئے کرائے پر ہی جاؤں گی۔" کنڈکٹر کو جتاتے ہوئے وہ تھوڑا دور ہٹ آئی اور فون کان سے لگا یا۔

"اماں! میں بس نکل ہی رہی ہوں، ذرا اس بس والے سے کرایہ کم کرالوں..." اس نے فون اٹھاتے ہی یکدم کہا، مگر دوسری طرف سے آنے والی آواز نے جیسے اس کو منجمد کر دیا۔ پل بھر میں اس کا رنگ پھیکا پڑ گیا اور وہ لرزتی آواز میں بولی،

"اماں! مگر میں اتنی مشکلوں سے پنڈی آئی ہوں، اب واپس کیسے جاؤں؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تو جیسے بھی جا، مگر اب گھر واپس مت آنا۔ محلے والے باتیں کریں گے، ہم نے سب کو کہہ دیا ہے کہ تو اب کبھی واپس نہیں آئے گی۔" یہ بے رحم جملہ ادا کرتے ہی دوسری طرف سے لائن کاٹ دی گئی۔ ایلاف کے دل پر جیسے کسی نے آری چلا دی تھی۔ اس نے زندگی میں کبھی لوگوں کی پرواہ نہیں کی تھی، مگر اماں کرتی تھیں، اور آج انہی لوگوں کے ڈر سے وہ اپنی بیٹی کو گھر کی دہلیز پار کرنے سے روک رہی تھیں۔ اس نے ضبط کی انتہا کرتے ہوئے دانت نیچے ہونٹ میں پیوست کیے اور پیر پٹختی ہوئی بس اسٹیشن سے باہر جانے لگی۔ وہ جس آس اور چہرے کے ساتھ یہاں آئی تھی، اب اس چہرے کے ساتھ واپس نہیں جا رہی تھی۔ اب وہ گھر نہیں جائے گی اس پکے ارادے کے ساتھ وہ ایک رکشے میں بیٹھ چکی تھی اور موبائل پر کسی کا نمبر ڈائل کر رہی تھی۔

"ہاں... کیا میں کچھ دیر کے لیے تمہارے گھر آ سکتی ہوں؟" اس نے شاید اپنی کسی پرانی دوست سے اجازت چاہی اور اثبات میں جواب ملتے ہی فون بیگ میں رکھ دیا۔ اب وہ رکشے والے کو راستے کی تفصیلات بتا رہی تھی۔ راولپنڈی کی ایک پوش سوسائٹی کے مرکزی گیٹ پر اتر کر اس نے رکشے والے کو کرایہ دیا اور اندر کی جانب قدم بڑھانے لگی۔ اس کے چہرے پر غصے اور بے بسی کی لکیریں واضح تھیں۔ وہ ابھی سوسائٹی کی سڑک پر تھوڑا ہی اندر آئی تھی کہ پیچھے سے ایک گاڑی نے ہارن بجایا۔ ایلاف نے پہلے تو اسے نظر انداز کیا، مگر پھر کسی نے پکارا:

"ایلاف!"

ایلاف کے قدم تھمے۔اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا، گاڑی رک چکی تھی اور ایک لڑکی تیزی سے کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل رہی تھی۔اس شناسا چہرے کو دیکھ کر ایلاف کے لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ تیر گئی۔

"کیسی ہو بھئی؟" وہ لڑکی گرم جوشی سے کہتی ہوئی ایلاف کے گلے لگ گئی۔اس نے نیلے رنگ کی شرٹ کے ساتھ سیاہ بیگی جینز پہن رکھی تھی۔اس کا قد ایلاف سے تھوڑا لمبا تھا اور بالوں کو لاپروائی سے ایک کیچر میں بندھ رکھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں، تم بتاؤ؟" ایلاف نے روایتی مختصر سا جواب دیا۔اسے کبھی دوست بنانے نہیں آئے تھے، اور اگر بن بھی جاتے تو انہیں سنبھالنا نہیں آتا تھا۔وہ لوگوں کے مجمع میں اکثر خود کو اکیلا اور عجیب (awkward) محسوس کرتی تھی، اور اگر کبھی کوئی غلطی سے اس کا دوست بن بھی جاتا تو وہ زیادہ دیر ٹکتا نہیں تھا، اکثر لوگ یہ کہہ کر الگ ہو جاتے کہ ایلاف بہت مغرور اور شوخ ہے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میں ٹھیک ہوں یار! تم تو یونیورسٹی کے بعد جیسے غائب ہی ہو گئیں، کوئی پتہ ہی نہیں تمہارا۔اور یہاں سب خیریت؟"لڑکی نے بنار کے سوالات کی بوچھاڑ کردی۔

"میں بس اپنے کاموں میں کچھ زیادہ مصروف تھی،اسی لیے رابطہ نہیں رہ سکا۔اور یہاں... میں مریم سے ملنے آئی تھی،"ایلاف نے بات بنائی۔

"چلو، یہ تو بہت اچھا ہو گیا۔میرے ساتھ ہی چلو، میں بھی وہیں جارہی ہوں۔"

"نہیں، تمہیں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں، میں چلی جاؤں گی۔"

"تکلیف کیسی؟ میں نے کون سا تمہیں کندھوں پر بٹھا کر لے جانا ہے، چلو اب!" یہ کہتی ہوئی وہ اصرار کے ساتھ ایلاف کو گاڑی کی طرف کھینچ لے گئی۔گاڑی کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر جب ایلاف اندر بیٹھی، تو اس نے دیکھا کہ وہاں پہلے سے ہی ایک مرد موجود تھا۔اسلام آباد پولیس کی وردی میں ملبوس ایک تیس سالہ کڑیل جوان، جس کے بال ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔ سنجیدہ چہرہ، ہلکی گندمی رنگت، سلیقے سے تراشی ہوئی مونچھیں اور داڑھی،اسے دور سے دیکھ کر ہی اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ پولیس کا کوئی اعلیٰ افسر ہے۔اس کے ہاتھ سٹئرنگ پر تھے ان کی

نسیں پھولی تھیں۔آنکھوں پر قیمتی چشمہ (sunglasses) سجائے وہ بلا کا بارعب اور معقول معلوم ہو رہا تھا۔

"السلام علیکم!" اس نے پچھلی سیٹ پر نظر ڈالے بغیر کہا۔اس کی آواز میں ایک خاص بھاری پن اور رعب تھا۔ایلاف کے جواب دینے سے پہلے ہی گاڑی کا اگلا دروازہ کھلا اور ایک پرجوش سی امل اندر آبیٹھی۔

"ایلاف! ان سے ملو، یہ مریم کے بڑے بھائی زور آور ہیں... اور زی! یہ ایلاف ہے، مریم اور میری دوست، جب ہم لاہور گئے تھے تب ہماری دوستی ہوئی تھی۔" امل کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ دونوں کی پوری کنڈلی ایک دوسرے کے ہاتھ میں تھما دے۔اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ بولتی، ایلاف فوراً بول پڑی

"ہم پہلے مل چکے ہیں۔"

پھر اس نے زور آور کی طرف چہرہ کیا اور اس کے سلام کا جواب دیا۔اب ان کی گاڑی سڑک پر تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔گاڑی کے بند ماحول میں بس امل کے بولنے کی آواز گونج رہی تھی،

Clubb of Quality Content

اور درمیان میں ایلاف کے مختصر سے جوابات... دیکھتے ہیں، یہ غیر متوقع سفر اب ان دونوں کو زندگی کے کس موڑ پر لے کر جاتا ہے!

حیدر ہاؤس میں اس وقت ایک گہرا سناٹا پسرا ہوا تھا۔ ہال کے اس سکوت میں صرف ملیحہ کے گنگنانے کی دھیمی اور اداس آواز گونج رہی تھی

"ان کو بھی ہم سے محبت ہو ضروری تو نہیں

ایک سی دونوں کی حالت ہو ضروری تو نہیں"

یہ شعر پڑھتے ہی اس کی آنکھ سے ایک سرکش آنسو ٹوٹ کر گال پر لڑھک گیا، جسے اس نے فوراً ہی اپنے ہاتھ کی پشت سے صاف کیا۔

"اگر اتنی ہی تکلیف ہے، تو کیوں توڑ رہی ہو یہ منگنی؟" حیدر صاحب کی بھاری اور رعب دار آواز عقب سے ابھری۔

"کیونکہ وہ مجھ سے محبت نہیں کرتا، بابا!" ملیحہ نے مڑ کر انہیں دیکھا، اس کی آواز میں ایک مان تھا۔

"یہ کیا محبت محبت کا کھیل رچا رکھا ہے تم نے؟ پہلے کہا کہ اسے پسند کرتی ہو، میں نے ہاں کر دی۔ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ ہمارے خاندان میں پسند کی شادی کو کتنا معیوب سمجھا جاتا ہے، مگر مجھے تمہاری خوشی عزیز تھی، میں نے تمہاری پسند کا پاس رکھا... اور تم مجھے ہی معاشرے میں ذلیل کرنے پر تلی ہوئی ہو!"

"بابا! میری پسند کی وجہ سے نہیں، آپ نے یہ رشتہ اس لیے طے کیا تھا کیونکہ اس میں آپ کو بزنس میں فائدہ نظر آرہا تھا... میری خوشی تو اس فیصلے میں کہیں تھی ہی نہیں!"

"تم زیادہ بکواس مت کرو! کوئی منگنی ختم نہیں ہو گی۔ یہ اپنے دماغ میں جو خناس بھر رکھا ہے نا، اسے فوراً نکال پھینکو!" وہ بے حد اونچی اور غصیلی آواز میں چلائے۔ایک لمحے کے لیے ملیحہ سہم کر صوفے کی پشت سے جالگی، مگر اگلے ہی پل وہ اسی قوت اور سرکشی سے پلٹی، "میری زندگی ہے بابا! تو اس کا فیصلہ بھی صرف میں ہی کروں گی!"۔

یہ ہنگامہ اور چیخ و پکار سن کر گھر کے تمام افراد اور ملازمین دوڑے چلے آئے اور ہال میں جمع ہو گئے۔حیدر صاحب کا غصہ ساتویں آسمان پر تھا، وہ طیش میں آگے بڑھے اور ملیحہ پر ہاتھ اٹھانے ہی والے تھے کہ روبینہ بیگم نے لپک کر ان کا ہاتھ فضا میں ہی دبوچ لیا اور انہیں پیچھے دھکیلا۔

"آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ جوان اولاد ہے آپ کی!"

"تو اس جوان اولاد سے کہو کہ اپنی حد میں رہے!" حیدر صاحب دھاڑے۔

"کون سی حد، بابا؟ جو سلوک آپ نے دانیال کے ساتھ کیا، اب وہی میرے ساتھ کریں گے؟ میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی!"۔ملیحہ بھی اب پیچھے ہٹنے والی نہیں تھی، اس کا بندھن ٹوٹ چکا تھا۔

"اس سب میں میری بات کہاں سے آگئی؟" دانیال نے زچ ہو کر تنکتے ہوئے کہا۔

"تمہاری بات ہی تو ہے دانیال!" ملیحہ اس کے بالکل قریب آئی اور اس کے سینے پر اپنی انگلی ٹکائی۔ "اگر تم نے اس وقت تھوڑی سی ہمت دکھائی ہوتی، تو بابا کو معلوم ہوتا کہ ان کی اولاد میں ناں کہنے کا حوصلہ بھی ہے۔ تم نے اپنی بزدلی سے نا صرف اپنے ساتھ بلکہ انابیہ کی زندگی بھی برباد کر دی۔ اگر تم نے اسی وقت بتا دیا ہوتا کہ تم کسی اور کو پسند کرتے ہو، تو آج وہ اس جہنم میں نہ جل رہی ہوتی۔ نعمان بھائی میں ہمت تھی، وہ اڑ گئے، اس لیے آج ایک پر سکون زندگی جی رہے ہیں... مگر تم میں وہ ہمت ہی نہیں تھی!"

یہ کہتے ہوئے وہ دو قدم پیچھے ہٹی۔ دانیال کا سر ندامت سے جھک گیا؛ وہ اندر سے ٹوٹ گیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ملیحہ کا ایک ایک لفظ سچائی پر مبنی تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

حیدر صاحب تلملا اٹھے، "ملیحہ! تمہیں مزید زبان چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے بچوں کو میرے ہی خلاف ورغلانا بند کرو اور چپ چاپ جا کر آج کے فنکشن کی تیاری کرو۔"

"میں کہیں نہیں جا رہی! آپ کو جانا ہے تو جائیں۔ اور اگر مجھ سے ذرا سی بھی زبردستی کی گئی، تو میں یہ گھر چھوڑ دوں گی!" یہ آخری دو ٹوک فیصلہ سناتے ہی وہ تیزی سے ہال سے نکل گئی۔ اس کے جاتے ہی ماحول میں ایسا تناؤ پیدا ہوا کہ باقی سب بھی آہستہ آہستہ وہاں سے کھسک گئے۔

"یہ سب آپ کا اپنا کیا دھرا ہے..." روبینہ بیگم نے ایک رندھی ہوئی، گیلی آواز میں کہا اور وہیں صوفے پر ڈھیر ہو گئیں۔ جس طوفان کا انہیں برسوں سے خوف تھا، آج وہ ان کے آنگن میں آ چکا تھا۔ انہیں اپنا بستا ہوا گھر تاش کے پتوں کی طرح بکھرتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ دوسری طرف حیدر صاحب ساکت کھڑے تھے، جیسے کسی نے ان کے سر پر ساتوں آسمان گرا دیے ہوں۔

حیدر ہاؤس کے اس ہنگامے سے دور، اگر واپس دارِ رؤفی کا رخ کیا جائے... اذہان کے کمرے میں کوئی بڑی رازداری سے چیزیں بکھیر رہا تھا؛ ہاتھ جلدی جلدی چل رہے تھے اور چہرے پر ایک عجیب سی ہڑبڑاہٹ تھی۔ بالآخر، اس پوشیدہ جگہ سے اسے اپنی مطلوبہ چیز مل ہی گئی۔ لبوں پر ایک خبیثانہ اور زہریلی مسکراہٹ سجائے، اس نے اس چیز کو سامنے رکھے کھانے میں ملا دیا۔ آج اتفاق سے اذہان کے سر میں شدید درد تھا، اسی لیے اس نے نیچے ہال میں جانے کے بجائے کھانا اپنے کمرے میں ہی منگوا لیا تھا۔ وہ اس وقت واش روم میں تازہ دم ہو رہا تھا، جب اس سیاہ انکھوں والی عورت نے موقع کا فائدہ اٹھایا اور اس کے کھانے میں نیند کی گولیاں ملا دیں۔

"اب دیکھتی ہوں، کیسے ہوتی ہے تمہاری یہ شاندار پارٹی!" وہ حقارت سے بڑبڑائی اور قدموں کی چاپ چھپاتی ہوئی فوراً کمرے سے باہر نکل گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

حیدر ہاؤس اس وقت اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔سیڑھیوں کے زینے چڑھ کر اوپر آئیں تو ہال کے آخر میں ایک کمرہ تھا جس کا دروازہ آدھا کھلا ہوا تھا۔کمرے میں نیم تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔روشنی کا واحد ذریعہ کھڑکی سے اندر آتی دھوپ تھی۔

بیڈ کی پائنتی سے ٹیک لگائے دانیال بیٹھا تھا۔اس کے بال بکھرے ہوئے تھے، کپڑوں پر سلوٹیں پڑی تھیں اور آنکھیں سرخ اور نم تھیں۔دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے سر اٹھایا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ملیحہ کھڑی تھی۔"میں اندر آجاؤں؟"اس نے آہستگی سے پوچھا۔

دانیال نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ملیحہ اندر آکر اس کے سامنے رک گئی۔

"آئی ایم سوری۔مجھے صبح آپ سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔"دانیال نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکا لیا۔

"نہیں، تمہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم نے جو کہا، سچ کہا۔ میں نے کبھی اپنے رشتے کو وہ اہمیت دی ہی نہیں جس کا وہ حق دار تھا۔"

ملیحہ کی آنکھوں میں افسوس ابھرا۔ "اگر تم ہمیں پہلے بتا دیتے کہ تم کسی کو پسند کرتے ہو تو میں کبھی انابیہ کے لیے تمہاری بات ماما سے نہ کرتی۔ اس کے ساتھ بھی بہت زیادتی ہوئی ہے۔" دانیال سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"میں نے کبھی اس کے ساتھ اپنے رشتے میں خیانت نہیں کی۔"

اس نے وضاحت دینی چاہی مگر الفاظ کم پڑ گئے۔

ملیحہ تلخی سے مسکرائی۔ "شاید خیانت نہیں کی، مگر اسے وہ اہمیت بھی نہیں دی جس کی وہ مستحق تھی۔" چند لمحے خاموشی رہی، پھر اس نے کہا، "اسے واپس لے آؤ، دانیال۔ اس کے بھائی اور بھابھیاں اسے بیچ کر کھا جائیں گے۔"

"کیا مطلب؟" دانیال کی آواز میں واضح حیرت تھی۔

"تمہیں واقعی کچھ نہیں پتا؟" اب کی بار ملیحہ کو حیرت بھی ہوئی اور غصہ بھی۔ دانیال نے نفی میں سر ہلا دیا۔ ملیحہ نے گہرا سانس لیا۔

"انابیہ کے والدین کے انتقال کے بعد اس کے بڑے بھائی اپنی بیوی کے ساتھ بیرونِ ملک چلے گئے تھے اور اسے چھوٹے بھائی کے حوالے کر گئے تھے۔ بعد میں جب اس کے لیے ایک مناسب رشتہ آیا تو اس کی بھابھی نے صاف انکار کر دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ گھر میں کسی قسم کی شراکت برداشت نہیں کرے گی اور انابیہ کو کہیں اور بھیج دیا جائے۔"

وہ رکی، پھر بولی، "اس کے بعد بڑے بھائی نے بھی اسے اپنے پاس رکھنے سے انکار کر دیا۔ پھر اس کی شادی اپنی بھابھی کے بہنوئی سے طے کر دی گئی۔ وہ شخص پندرہ سال بڑا تھا، چار بچوں کا باپ تھا اور اس کی پہلی بیوی وفات پا چکی تھی۔"

دانیال کا چہرہ سخت ہو گیا۔ "مگر کیوں؟"

"کیونکہ انابیہ کے حصے میں اس کی ماں کی جائیداد بھی آ رہی تھی۔" ملیحہ کی آواز میں نفرت گھل گئی۔ "مگر انابیہ نے وہ شادی کرنے سے انکار کر دیا... اور پھر تم سے اس کی شادی ہو گئی۔"

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ دانیال جیسے ساکت ہو گیا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اسے احساس ہوا کہ وہ اپنی بیوی کے بارے میں کتنا کم جانتا تھا۔اس کے چہرے پر پہلے حیرانی کے تاثرات ابھرے، پھر آہستہ آہستہ ایک مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔اس کی بیوی اس کے لیے ہی تھی۔وہ کچھ بھی کرلیتا، قسمت سے نہیں لڑ سکتا تھا۔اور آج اسے پہلی بار اپنی قسمت واقعی اچھی لگی تھی۔

دارِ رئوفی میں پارٹی زور و شور سے جاری تھی۔اذہان کی سالگرہ کے ساتھ ساتھ اس کے پروجیکٹ کی کامیابی کا جشن بھی منایا جارہا تھا۔اب ملک کے بڑے بزنس مین رئوفی بلڈرز کے ساتھ کام کرنا چاہتے تھے۔حیدر گروپ کے علاوہ ملک کا ہر بڑا نام اس تقریب میں موجود تھا۔

"ملیحہ اور اس کی فیملی کیوں نہیں آئی؟ ہر کوئی بار بار یہی پوچھ رہا ہے" ماریہ نے عثمان سے کہا۔ان کی آواز میں بیزاری تھی۔انہوں نے سفید رنگ کا گاؤن پہن رکھا تھا اور بال کھلے چھوڑے تھے۔انہیں دیکھ کر کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ وہ ساٹھ سال کی ہونے والی ہیں۔

"ان کی طرف سے کوئی خبر نہیں آئی، شاید راستے میں ہوں" عثمان نے جواب دیا۔

"اذہان بھی پتا نہیں کہاں ہے، ایک گھنٹہ ہو گیا ہے۔اس لڑکے کو بلائیں" ماریہ نے بے چینی سے کہا۔

"کیا ہوا مارا، سب ٹھیک ہے؟" سونیا کی آواز پر ماریہ نے بائیں جانب دیکھا۔ سونیا سبز ساڑھی میں ملبوس تھیں۔ وہ خوبصورت ضرور لگ رہی تھیں مگر ماریہ کے مقابلے میں کم۔

"آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، یہ ہمارا مسئلہ ہے، ہم دیکھ لیں گے" ماریہ نے سخت لہجے میں کہا۔

"بلکل" سونیا نے سکون سے جواب دیا۔ آج وہ غیر معمولی طور پر پُر سکون تھیں۔

"میم اذہان سر دروازہ نہیں کھول رہے، ہم کافی دیر سے انہیں بلانے کی کوشش کر رہے ہیں" ایلین کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔

"میں دیکھ کر آتی ہوں" ماریہ فوراً اذہان کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔ ماریہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچیں۔ اذہان کے کمرے کے باہر کھڑی ہو کر دروازہ بجایا، مگر کوئی جواب نہ آیا۔

"جاؤ، چابیاں لاؤ" انہوں نے قریب کھڑے ملازم سے کہا، چند لمحوں بعد دروازہ کھلا۔ اندر کا منظر ماریہ کے لیے قیامت سے کم نہ تھا۔

اذہان فرش پر بے ہوش پڑا تھا۔ ماریہ فوراً اس کی طرف لپکیں۔ ان کے ہاتھ کانپ رہے تھے مگر انہوں نے خود کو سنبھالا۔

"گاڑی نکالو، فوراً ہسپتال لے چلیں" انہوں نے تیزی سے کہا۔

کچھ ہی لمحوں میں اذہان کو اٹھا کر گاڑی میں رکھا گیا۔ مہمان حیران اور پریشان تھے۔ کچھ لوگ خاموش تھے اور کچھ اس واقعے کو تماشے کی طرح دیکھ رہے تھے۔

سونیا وہیں کھڑی تھیں۔ ان کے چہرے پر بظاہر سکون تھا، مگر اندر کہیں ہلچل تھی۔ وہ جانتی تھیں کہ غلطی ہوئی ہے، مگر اس لمحے انہیں کوئی واضح احساس نہیں ہو رہا تھا۔ جیسے سب کچھ دھندلا ہو گیا ہو۔

ہسپتال پہنچتے ہی اذہان کا فوراً معائنہ کیا گیا اور اسے ایمرجنسی وارڈ میں لے جایا گیا۔ معدہ واش کرنے کی تیاری کی جا رہی تھی۔ ماریہ مسلسل رو رہی تھیں۔ انہیں یقین تھا کہ اذہان نے خودکشی کی کوشش کی ہے۔ ان کا پورا وجود لرز رہا تھا۔

رانیا سہمی ہوئی سی ایک طرف کھڑی تھی۔ وہی ہسپتال، وہی راہداریاں، وہی خاندان، بس اس بار منظر مختلف تھا۔ اس بار باری کسی اور کی تھی۔

آریان اپنی جگہ ساکت کھڑا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ماں کو تسلی دے، رانیا کو حوصلہ دے یا خود ہی ٹوٹ کر بکھر جائے۔

سیاہ آنکھوں کے چہرے پر پریشانی کے آثار واضح تھے، مگر ان کی آنکھوں میں چمک تھی خبیث سی

ناولز کلب
Club of Quality Content

ہسپتال سے نکل کر حیدر ہاؤس آؤ تو اس کے اوپر والے حصے میں ایک کمرے کا دروازہ آدھا کھلا تھا۔ اندر دھیمی روشنی جل رہی تھی ملیحہ منہ کے بل لیٹی تھی۔ آنکھیں بند تھیں مگر چہرے پر واضح تھا کہ وہ کئی دنوں سے ٹھیک سے سو نہیں پائی۔ آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے، جنہیں صاف کرنے کی ہمت بھی نہیں ہو رہی تھی۔

کل کا دن اس کے لیے اذیت بننے والا تھا۔ دل میں ایک امید ابھی بھی موجود تھی کہ وہ اسے روک لے گا۔ مگر دماغ مسلسل ایک ہی سچ دہرا رہا تھا۔ جو اذہان کو چھوڑ دیتے تھے، اذہان انہیں چھوڑ دیتا تھا۔ اس کے ذہن میں اچانک ایک منظر ابھرا۔ وقت کے پنوں کو دو سال پیچھے لے جاؤ

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

(یہ ایک مہنگے ریسٹورنٹ کا روف ٹاپ تھا۔ فیری لائٹس سے سجا ہوا ماحول، ہلکی ہوا اور شہر کی روشنیاں نیچے پھیلی ہوئی تھیں۔

دو کرسیاں ایک ٹیبل کے گرد رکھی تھیں۔

ایک طرف ملیحہ بیٹھی تھی۔ گولڈن رنگ کا ہلکا سا لہنگا، سادہ سا انداز، چہرے پر تھکن مگر آنکھوں میں چمک۔

دوسری طرف اذہان تھا۔ کریم کلر شلوار قمیض، سیدھا سادہ سا انداز، ہمیشہ کی طرح سنجیدہ۔

"آج کا فنکشن بہت تھکا دینے والا تھا، میں نے سوچا بھی نہیں تھا" ملیحہ نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

اذہان نے چند لمحے خاموش رہ کر کہا۔

"ملیحہ، میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں تم سنو، سمجھو اور پھر فیصلہ کرو۔ میرے ساتھ زندگی آسان نہیں ہو گی۔"

ملیحہ سیدھی ہو گئی "بولو۔"

اذہان نے ایک لمحہ توقف کیا۔

"میں ایک بروکن فیملی سے تعلق رکھتا ہوں۔ جذباتی انسان نہیں ہوں۔ زندگی نے کبھی ہونے نہیں دیا۔ نہ میں اپنے احساسات ظاہر کر سکتا ہوں۔ میں سیدھا سادہ، پریکٹیکل انسان ہوں۔ محبت کا اندازہ نہیں۔ مگر میری وفاداری تمہارے ساتھ ہو گی۔ تم میری زندگی میں آؤ گی تو پہلی اور آخری عورت بن کر آؤ گی۔ میں تمہیں عزت، وقت اور وفاداری دوں گا، مگر محبت نہیں جانتا۔"

ملیحہ نے نرمی سے مسکرا کر کہا۔

"محبت میری کافی ہو گی۔وقت کے ساتھ تمہیں بھی ہو جائے گی۔آگے بتاؤ۔"

"میں زیادہ بات نہیں کرتا،نہ لمبی گفتگو پسند ہے۔مجھے اپنا سکون عزیز ہے۔"

"میں چپ رہوں گی۔اور کچھ ؟"

"میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گا۔مگر اگر تم نے مجھے چھوڑا تو پھر تمہارے لیے میرے تک آنے والا ہر دروازہ بند ہو گا۔میں اپنوں کو نہیں چھوڑتا، مگر جو چھوڑ دیں ان سے تعلق ختم کر دیتا ہوں۔"

"میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گی۔"

ملیحہ نے اس کا ہاتھ تھاما اور مسکرا دی۔

اذہان بھی ہلکا سا مسکرایا۔

"ایک بات، شادی کے بعد حکم میرا ہو گا۔" ملیحہ یہ کہتے ہوئے ہنس دی۔

"جیسا تم کہو۔"

وہ دونوں خوش تھے۔ ہنس رہے تھے۔ ذہن ہر فکر سے آزاد تھا۔ دونوں ساتھ تھے، مگر ساتھ ہمیشہ تھوڑی رہتا ہے۔)

واپس حال میں آؤ تو روبینا ملیحہ کے کمرے میں آئی اور اسے بٹھایا۔ اس کی یادوں کا سلسلہ ختم ہو گیا، حال واپس آیا، خوشگوار ماضی کہیں دور رہ گیا۔

"اذہان نے خودکشی کر لی ہے۔" روبینا کے کہنے پر ملیحہ کو اپنی سانس رکتی محسوس ہوئی۔ "ماما، کیا کہہ رہی ہیں؟"

اس کا لہجہ مردہ تھا۔ بہت مشکل سے سوال پوچھا گیا تھا۔ روبینا کے جواب دینے سے پہلے ہی وہ کمرے سے باہر، نیچے کی طرف بھاگی۔ اس کو اپنا ہوش نہیں تھا۔ اس کے پیروں میں جوتی نہیں تھی، بال بکھرے تھے، چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

گاڑی میں بیٹھ کر اس نے رانیا کا نمبر ملایا اور خود دیوانوں کی طرح گاڑی چلانے لگی۔ اس کو یقین تھا کہ اگر اس کو خود کو سنبھالنا نہ آتا تو اس کا اب تک ایکسیڈنٹ ہو چکا ہوتا۔

رانیا کے بتائے گئے ہسپتال وہ آدھے گھنٹے بعد پہنچی، اور یہ آدھا گھنٹہ اس کے لیے موت تھا۔ ہسپتال کی راہداریوں میں بھاگتے،اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ وہ دعائیں کر رہی تھی کہ یہ کوئی خواب ہو، مگر خواب اتنے ڈراؤنے نہیں ہوتے جتنی حقیقت ہوتی ہے۔ آخر وہ سیکنڈ فلور پر پہنچ گئی، جہاں رانیا اور باقی فیملی کھڑی تھی۔ وہ ماریہ کے پاس بھاگی۔ سب کچھ بلر تھا۔ وہ گھر سے ہسپتال کیسے پہنچی،اسے کچھ نہیں پتا تھا۔ بس اتنا پتا تھا کہ اذہان کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔

"آنٹی کیاہ۔ہ۔ ہوا تھا؟" وہ بول رہی تھی اس کی آواز اپنی نہیں لگ رہی تھی۔

"کچھ نہیں معلوم شام تک سب ٹھیک تھا مگر پھر جب پارٹی میں کافی دیر وہ نہیں آیا مجھے لگا تمہاری اور اس کی لڑائی ہے تم بھی نہیں آئی تھی میں کمرے میں گئی تو یہ ایسے پڑا تھا ہم اسپتال لے آئے" یہ کہیہ کہہ کر وہ گر گئیں۔ ملیحہ بھی وہیں کھڑی رہی کچھ دیر بعد ڈاکٹر آئے اور اس کے خطرے سے باہر ہونے کا بتایا سب نے سکھ کا سانس لیا مگر سونیا نہیں لے سکیں شاید غلطی کا اندازہ ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر سے ملنے کی اجازت لے کر اذہان کی ماں اندر اس سے ملنے چلی گئیں۔ وہ

بے ہوش تھا، بے جان۔ان کے پیروں تلے سے زمین نکل رہی تھی۔ وہ اس کے پاس جا کر بیڈ کے قریب پڑے اسٹول پر بیٹھ گئیں،اس کا ہاتھ تھامااور اسے چوما۔

"آئی ایم سوری، بیٹا۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔" پھر وہ اس کے بال سہلانے لگیں۔ "تم جانتے ہو نا، میں تم سے کتنا پیار کرتی ہوں۔"

وہ کسی ذہنی مریض کی طرح اسے دیکھ رہی تھیں۔ چہرے پر ندامت، پشیمانی، کچھ نہیں تھا۔ بس ایک عجیب سی سفاکیت تھی،اور یہ سفاکی سب کو کھانے والی تھی۔

وقت کو تھوڑا پیچھے لے جاؤاور واپس راولپنڈی آؤ تو زمان مینشن کے گارڈن میں تین لڑکیاں بیٹھی تھیں۔ تینوں گھاس پر بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ان کے سامنے کافی کے تین بھاپ اڑاتے مگ

رکھے تھے۔ نیلی آنکھوں والی لڑکی نے اپنا مگ ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا، جبکہ باقی دو لڑکیوں کے مگ ٹرے میں پڑے تھے۔اس کے ساتھ بیٹھی لڑکی کی آنکھیں سنہری تھیں اور بال کندھوں سے ذرا نیچے تک آتے تھے۔اس وقت وہ شلوار قمیض پہنے بیٹھی تھی۔

مریم زین زمان۔

اس کا نام سنتے ہی اس سے ملنے کی خواہش ہوا کرتی تھی، اور ہونی بھی چاہیے تھی۔ نرم مزاج، شائستہ اور ہر دلعزیز۔ان کے ساتھ امل بھی بیٹھی تھی۔ وہ بھی ایلاف کی طرح انہی کپڑوں میں ملبوس تھی۔ایلاف امل کی نسبت مریم کے زیادہ قریب تھی۔ مریم اسے اپنے جیسی لگتی تھی۔ اسے بھی زیادہ باتیں کرنا پسند نہیں تھا۔

"آج چلیں پھر وہاں ؟"امل نے آگے جھکتے ہوئے ایسے کہا جیسے کوئی بہت خفیہ راز بتا رہی ہو۔

"ہاں !"مریم نے کسی پُرجوش بچے کی طرح فوراً جواب دیا۔

"کہاں؟" ایلاف نے ابرو اٹھا کر پوچھا، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ مریم، امل کے ساتھ آتے ہی کس طرح بچی بن جاتی تھی، اور پھر اسے بھی اپنے ساتھ گھسیٹنے لگتی تھی۔

"سو، ہم ایک عامل کے پاس جائیں گے۔ محبوب آپ کے قدموں میں والے بابا جی۔ بڑے جانے مانے ہیں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تمہارا دماغ ٹھیک ہے؟"

"اُنہہ! اسی لیے تو تمہارا ابھی کروانا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے امل اٹھ کھڑی ہوئی اور ایلاف کو بھی بازو سے پکڑ کر اٹھا لیا۔

مریم بھی ان کے ساتھ جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔ایلاف کے چہرے پر تیوریاں چڑھی ہوئی تھیں۔اس کا دل کر رہا تھا کہ پہلے امل اور مریم کو قتل کرے اور پھر خود کو۔وہ آخر یہاں آئی ہی کیوں تھی؟

اسی پل زور آور باہر نکلا۔اب وہ خاصا بہتر حلیے میں تھا۔سادہ ٹراؤزر شرٹ پہنے، گیلے بال ماتھے پر گر رہے تھے۔فون کان سے لگائے وہ باہر کی طرف جا رہا تھا۔

ان تینوں کو دیکھ کر وہ رکا اور مریم کی طرف ابرو اچکائے۔اس کی نظر ایلاف پر پڑی اور کچھ دیر وہیں ٹھہری رہی۔ایلاف کے تاثرات دیکھ کر لگ رہا تھا جیسے کسی بچی کو زبردستی سکول لے جایا جا رہا ہو۔

اسے ایلاف اس وقت پیاری لگی تھی، اچھی لگی تھی۔ہمیشہ سے لگتی تھی۔مگر وہ اپنی حد جانتا تھا، اس لیے فوراً نظروں کا رخ مریم کی طرف موڑ لیا۔

"کہاں جا رہی ہو؟"اس کی آواز میں وہ نرمی تھی جو ہمیشہ بھائیوں کے لہجے میں ہوا کرتی ہے۔

Clubb of Quality Content

"بھائی، ہم گرلز ڈیٹ پر جا رہی ہیں۔"

مریم کے کہنے پر زور آور نے ابرو اٹھائے۔

یہ کون لوگ ہیں جو گرلز ڈیٹ پر جاتے ہیں؟

وہ بس سر ہلا کر رہ گیا۔

"ٹھیک ہے، میں چھوڑ دیتا ہوں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اس کی نظریں پھر اسے دھوکا دے گئیں اور ایلاف پر جا کر ٹھہر گئیں۔ ایلاف اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ کبھی نہیں دیکھتی تھی۔

مگر وہاں کوئی اور بھی موجود تھا جس کی زندگی کا محور ہی سامنے کھڑا شخص تھا۔ معلوم ہے کیسا لگتا ہے جب تمہارا محبوب اپنے محبوب کو دیکھتا ہے؟۔ ایسا ہی اس وقت امل محسوس کر سکتی تھی۔

وہ جانتی تھی کہ زور آور ایلاف کو پسند کرتا ہے، مگر یہ حقیقت تسلیم نہیں کر پا رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"نہیں بھئی، تم جاؤ۔"

امل اپنی سوچوں سے نکل کر بگڑتے ہوئے بولی۔

"تم چلی جاؤ، میں اپنی بہن سے اور اس کی دوست سے کہہ رہا ہوں۔" زور آور بھی اسی کے انداز میں بولا، صرف اسے چڑانے کے لیے۔

"بھائی، ہم چلے جائیں گے۔آپ فکر نہ کریں۔"

"ٹھیک ہے، اپنا خیال رکھنا۔"اس نے مریم کے سر پر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

اس نے مریم کو بہت لاڈ کے ساتھ پالا تھا، باپ بن کر۔ایلاف یہ دیکھ کر حسرت سے مسکرائی۔اسے بے اختیار کسی کی یاد آگئی تھی۔اب اس کے چہرے پر کرب زدہ تاثرات تھے۔

Clubb of Quality Content!

"تم کچھ غلط مت کرنا، ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"اس نے انگلی اٹھا کر امل کو تنبیہ کی۔

"تم سے برا کوئی ویسے بھی نہیں۔"یہ کہتے ہوئے امل گاڑی کی طرف بڑھی۔امل ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی اور وہ دونوں اس کے ساتھ جا بیٹھیں۔زور آور سر ہلا کر اندر آگیا۔وہ جانتا تھا کہ امل کے ہوتے ہوئے وہ کوئی نہ کوئی الٹا کام کرنے جا رہی ہیں۔

"یار، تم زور آور بھائی سے کوئی بات کیوں نہیں کرتی؟ میں نے دیکھا ہے کہ تم ان کے سامنے اکورڈ ہو جاتی ہو۔" مریم نے گاڑی میں بیٹھتے ہی پوچھا۔

"کیونکہ میں غیر مردوں سے بات نہیں کرتی، نامحرموں سے بات نہیں کرتی، سمپل۔" ایلاف نے گاڑی کی کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

"مگر وہ تو میرے بھائی ہیں۔" مریم نے وضاحت کی۔ اسے ایلاف زور آور کے لیے پسند تھی۔ وہ اپنے بھائی کی آنکھیں پڑھ سکتی تھی۔

"ہے تو غیر ہی نا۔" یہ کہتے ہوئے اس نے آنکھیں موند کر گاڑی کی سیٹ سے سر ٹکالیا۔

وہ پردہ نہیں کرتی تھی، نہ ہی نیک بننے کا دعویٰ کرتی تھی، مگر جب سے محرم اور نا محرم کی سمجھ آئی تھی، اس نے اپنی نظروں پر قابو پا لیا تھا اور دل کو تالا لگا دیا تھا۔ وہ کسی نا محرم کی محبت میں پڑ کر اپنی زندگی اور آخرت برباد نہیں کر سکتی تھی۔ اس سے بڑی کامیابی اس کے لیے اور کیا ہو سکتی تھی؟

امل اس سارے دوران خاموش رہی۔ ایلاف اسے بری نہیں لگتی تھی، مگر کبھی کبھی اسے حسد ہو جاتا تھا۔ جو چیز وہ زور آور کی آنکھوں میں اپنے لیے دیکھنا چاہتی تھی، وہ ایلاف کے لیے دیکھتی تھی۔ باقی سارا راستہ وہ باتیں کرتی رہیں۔ کوئی پندرہ منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ ایک آستانے کے باہر پہنچیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"بابا کرماں والے" بڑے بڑے لفظوں میں لکھا تھا۔ باہر عوام کا ہجوم لگا تھا۔ وہ بھی اسی ہجوم میں کھڑی ہو گئیں۔ کچھ آدھے گھنٹے بعد ان کی باری آئی۔ وہ اندر ایک کمرے میں داخل ہوئیں۔ اس کمرے میں ہر طرف قرآن کی آیات لگی تھیں۔ ایک طرف ایک مرید کھڑا تھا اور درمیان میں ایک چالیس کے قریب عمر کا آدمی بیٹھا تھا، سر پر ٹوپی، لمبی داڑھی رکھے ہوئے، عام پیروں والا حلیہ۔

"کس چیز کا تعویذ چاہیے؟" اس نے بغیر تمہید باندھے پوچھا۔ آواز کسی حد تک بھاری اور روبدار بنانے کی کوشش کی تھی۔

"محبوب آپ کے قدموں والا تعویذ چاہیے۔" امل نے فوراً سے بولا۔

"میں تجھے ایسا تعویذ بنا کر دوں گا، محبوب منت کرے گا تیرے ساتھ ہونے کی۔" بابا نے اس کو پھنسانے کے لیے اور تعریف کی اور وہ مانتی چلی گئی۔ اس سارے وقت میں ایلاف اور مریم خاموش رہے جبکہ امل پر جوش ہو رہی تھی۔ ایلاف کا دل چاہا وہ یہاں سے اٹھ کر بھاگ جائے۔

"مجھے بھی ایک تعویذ چاہیے۔" ایلاف نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ وہ جانتی تھی یہاں سے جلدی نکلنے کا بس ایک ہی طریقہ ہے۔

"کون سا؟"

"مجھے امیر ہونے والا چاہیے، بہت سے پیسے جو میرے اپنے ہوں۔" اس نے یہ بات بہت اطمینان سے کی تھی مگر پیر بابا کو ایسے لگا جیسے کسی نے ٹرک کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا ہو۔

"ایلاف، پیر بابا صرف محبوب والے تعویذ دیتے ہیں۔" امل نے فوراً سے ٹوکا۔

"ارے جی، پر تمہارے بابا اتنے تعویذ دے سکتے ہیں، وہاں مجھے بھی چاہیے پیسوں کا۔"

"تم بھی محبت والا لے لو۔"

ناولز کلب
Club of Quality Content

"میرا دماغ خراب ہے کہ اگر مجھے کوئی اس طرح کی چیز ملے جس سے خواہشات پوری ہوں تو میں محبت پر ضائع کر دوں؟" امل تو بس سر جھٹک کر رہ گئی۔

"میں تمہیں دے دیتا ہوں، ایسا کون سا تعویذ ہے جو میں تیار نہیں کر سکتا۔" یہ کہتا وہ اٹھے اور ایلاف کے قریب آئے۔ یہ دیکھتے ایلاف کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجی۔ وہ جانتی تھی ایسے لوگ کیا کرتے ہیں۔ اس سے پہلے وہ اس کے قریب آتا، وہ وہاں سے اٹھی اور امل اور مریم کا ہاتھ کھینچتے باہر لے گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"دیکھ لیا اپنی نادانی کا نتیجہ۔" ایلاف باہر آتے ہی پھٹ پڑی۔

"امل مجھے کم از کم یہ امید نہیں تھی۔ میں اس لیے آنے کو مان گئی کیونکہ تم ضد کر رہی تھی، اور یہ کون ہے جس کے پیچھے تم اتنا پاگل ہو رہی ہو؟" مریم نے اس کو سخت لہجے میں کہا۔

امل وہیں سر نیچے جھکائے کھڑی رہی۔اس کے ناخن اس کی ہتھیلیوں کو زخمی کر رہے تھے۔

"ایم سوری" یہ کہتے وہ گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ وہ واقعی شرمندہ ہوئی تھی مگر اسے اس بددعا سے جان چھڑانی تھی جو اسے کسی نے دی تھی۔اس کے لیے تو کم از کم وہ بددعا ہی تھی۔

ایلاف اور مریم بھی اس کے پیچھے گاڑی میں آ گئیں۔ مریم کو ڈر تھا اب وہ زور آور کو کیا بتائے گی۔

جب وہ گھر پہنچی تو زور آور سامنے پورچ میں کھڑا تھا۔اس کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اسے سب معلوم ہے۔ مریم اور امل گاڑی سے نظریں نیچی کرتے ہوئے اتریں مگر ایلاف کو کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔

زور آور کی نظر ایلاف پر پڑی۔اس کے تاثرات صرف چند لمحوں کے لیے نرم پڑے، مگر پھر وہی سختی لوٹ آئی۔اس نے ان دونوں میں سے کسی کو کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا اور امل کی طرف متوجہ ہوا۔

"Amal, in my room now."

یہ کہتے وہ لمبے ڈگ بھرتا اندر چلا گیا۔امل کی سانس وہیں اٹک گئی۔

یہ اس لیے نہیں کہ وہ غصے میں تھا، بلکہ اس لیے کہ جب جب وہ اس کا نام پکارتا تھا، اس کے دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو جاتی تھی۔وہ کچھ کہے بغیر اس کے پیچھے چل دی، البتہ اس کے ہاتھ ابھی بھی ناخنوں سے زخمی ہو رہے تھے۔

Clubb of Quality Content

"اب بھائی اس کی کلاس لیں گے۔" مریم نے خوشی سے کہا، جیسے امل کی بے عزتی نہیں ہونے والی تھی بلکہ اسے تمغۂ امتیاز سے نوازا جانا تھا۔

"میں نے تو کہا تھا یہ فضول آئیڈیا ہے، تم سنتی ہی نہیں ہو۔" ایلاف کے لہجے میں ناگواری تھی۔

"تمہارا کیوں موڈ خراب ہے؟ بھائی اسے دیکھ لیں گے، تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ڈر کس بات کا؟ میں جب گئی تو دل میں ایک امید پیدا ہو گئی تھی کہ پیسوں والا تعویذ ہی لے لوں گی۔ بیڑا غرق، اب پھر سے محنت کرنی پڑے گی۔" اسی ناگواری سے کہتی وہ آسمان کی طرف دیکھنے لگی۔

"تمہیں کام کرنا پسند نہیں؟" مریم کے لہجے میں حیرانی تھی، کیونکہ جہاں تک اسے یاد تھا، ایلاف یونی کی وہ واحد لڑکی تھی جو اپنا کام پہلے کر کے دے دیا کرتی تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے، کام کرنا پسند ہے، پر آرام اس سے بھی زیادہ۔ میرا دل کرتا ہے میں سارا دن بستر میں پڑی رہوں۔" اس کے لہجے میں حسرت تھی۔ اسے اچانک وہ دن بھی یاد آئے جب اسے چار چار نوکریاں کرنی پڑتی تھیں۔

"تو تم شادی کر لو۔" مریم نے تجویز دی۔ اب وہ دونوں گھر کے اندر داخل ہو رہی تھیں۔

"یہی تو مسئلہ ہے شادی کا۔ سوچتی ہوں پھر خیال آتا ہے کہ شوہر سے پائی پائی مانگنی پڑے گی، اور پھر کام کرنے کو دل کرتا ہے، پڑھنے کو دل کرتا ہے۔ بھلا دو سال اور محنت کر کے اپنے پیسے کماؤں گی، ورنہ ساری زندگی شوہر پر انحصار کرنا پڑے گا۔"

ناولز کلب

اس نے کام کرنے کے پیچھے اپنی لاجک بتائی۔ وہ خود مختار بننا چاہتی تھی۔ وہ اکیسویں صدی کی عورت تھی، مرد پر بوجھ نہیں بننا چاہتی تھی بلکہ اس کا سہارا بننا چاہتی تھی۔ وہ اپنی اماں نہیں تھی جو پڑھائی چھوڑ کر شادی کر لیتی۔ وہ ایلاف تھی، اپنے راستے خود بنانے والی۔

"چلو ہم کچھ فلم وغیرہ دیکھتے ہیں۔" مریم نے بات بدلتے ہوئے کہا۔

"امل کو تو آنے دو۔"

"وہ نہیں آنے والی۔ وہاں بھائی اور وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے کی ناکام کوشش کریں گے، پھر بھائی اسے گھر بھیج دیں گے۔" مریم نے کہا تو ایلاف نے سر ہلا دیا۔

"عجیب کزنز ہیں۔ اتنا اتفاق ہمارے والے تو کبھی جائیداد کھانے کا سوچتے ہیں تو کبھی جادو کروانے کا۔ ہنہہ۔ یہ امیر لوگ" پر سر جھٹکا اور مریم کے پیچھے جانے لگی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

......

امل زور آور کے کمرے میں داخل ہوئی اور زور آور اس کے پیچھے پیچھے آیا۔ اسے بہت غصہ آرہا تھا، بس نہیں چل رہا تھا کہ کوئی چیز توڑ دے، اس لیے اس نے دروازہ پوری قوت سے دے مارا۔

امل دبک گئی۔

"امل، تم وضاحت دینا پسند کرو گی؟" زور آور نے ضبط سے پوچھا، اس کی ماتھے اور گردن کی رگیں تن گئی تھیں۔

"میں تو بس تعویذ لینے گئی تھی۔" امل نے اسی ڈھیٹ پن سے کہا۔

"یہ کون لڑکا ہے جس نے تمہارا دماغ خراب کر رکھا ہے؟ کس کے پیچھے تم پاگل ہو رہی ہو؟" زور آور کی آواز اب قدرے اونچی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"پاگل نہیں، محبت۔" اس نے کہا۔ وہ اپنی بات پر قائم تھی۔

"تم جانتی ہو آج کیا ہو سکتا تھا وہاں؟"

"تم نے بچالیا نا، اب فکر مت کرو۔ میں تمہاری بہن اور بہن کی دوست کو کہیں نہیں لے جاؤں گی۔" اس بار اس نے چلاتے ہوئے کہا، اس کا تنفس پھول رہا تھا۔

"امل، مجھے تمہاری فکر ہے۔" زور آور نے نرمی سے کہا۔ اس نے نوٹ کیا کہ امل کیسے اپنے ناخن ہتھیلیوں پر مار رہی ہے، اور آہ بھری۔ پھر اس نے اسے بیٹھنے کا کہا اور خود فرسٹ ایڈ لینے چلا گیا۔ امل اسے تعجب سے دیکھ رہی تھی۔ امل بیڈ کی پائنتی پر بیٹھی تھی، زور آور اس کے سامنے نیچے آکر بیٹھ گیا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"یہ کیا کر رہے ہو؟ اٹھو۔" امل نے اسے اٹھانے کی کوشش کی مگر وہ وہیں بیٹھا رہا۔ اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اور دوا لگانی شروع کر دی۔

"کون ہے وہ لڑکا؟"

کمبخت اپنے بارے میں پوچھ رہا تھا۔زورآور نے اس کے آخری جملے کو نظرانداز کرتے ہوئے سوال کیا۔وہ بہت انہماک سے اس کے زخموں پر دوا لگا رہا تھا۔وہ دونوں ہمیشہ ایسے ہی تھے۔کبھی لڑپڑتے اور اگلے ہی لمحے ایسے ہو جاتے جیسے ایک دوسرے سے عزیز کوئی نہ ہو۔

"میری نانو کہتی ہیں، جب میں اسے دیکھتی ہوں تو میری آنکھیں چمک اٹھتی ہیں، چہرے کی رنگت کھل جاتی ہے۔"زورآور نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔اس کی آنکھوں میں چمک تھی اور تاثرات بدلے بدلے سے تھے۔وہ اس امل سے پہلی بار مل رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"ہم جانتے ہیں اسے؟"اس نے بس اتنا ہی پوچھا۔امل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔وہ اس کے سامنے اس کا نام نہیں لے پا رہی تھی۔وہ اسی کا ذکر کر رہی تھی،اور وہ جانتا بھی نہیں تھا۔

"آج اس نکلی پیر کے پاس کیا کرنے گئی تھی؟"وہ مدعے پر آیا۔

"میں نے کسی کو ہرٹ کیا تھا، اس نے مجھے بد دعا دے دی۔"

اس کی آواز ابھرائی ہوئی تھی۔ آج زور آور واقعی کسی نئی امل سے مل رہا تھا۔ وہ اسے جانتا تھا، لیکن کیا وہ کبھی واقعی اسے جانتا تھا؟

"تم نے کس کو ہرٹ کیا؟ میں مان ہی نہیں سکتا کہ تم ایسا کر سکتی ہو۔"

"کوئی تھا۔ اس نے مجھے بد دعا دی کہ وہ مجھے کبھی نہیں ملے گا، وہ میرا نہیں ہو گا، میں مر بھی جاؤں تب بھی نہیں۔"

یہ کہتے ہی وہ ہچکیوں سے رونے لگی۔

"کوئی پاگل ہی ہو گا جو تمہیں ریجیکٹ کرے گا۔"

اس نے اسے حوصلہ دینا چاہا۔

"وہ ہے۔ وہ کسی اور کو پسند کرتا ہے۔ اس کو تو یہ بھی نہیں پتا کہ میں اسے پسند کرتی ہوں۔ جب وہ سامنے ہوتی ہے تو اسے کچھ نظر نہیں آتا، میں کہیں پیچھے رہ جاتی ہوں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"پھر تمہاری آنکھیں کیسے چمکتی ہیں اس کو دیکھ کر، اگر وہ اتنا برا ہے؟" اس نے کہا۔ اب اس کی آواز قدرے بھاری تھی اس کو اس شخص پر بے اختیار غصہ آیا تھا، مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ خود ہی وہ آدمی ہے۔

"جیسی تمہاری چمکتی ہیں ایلاف کو دیکھ کر۔"

وہ روانی میں یہ بات کہہ گئی۔زور آور نے بجلی کی تیزی سے گردن اٹھا کر اسے دیکھا۔امل کا دل چاہا کوئی اس کی روح نکال لے۔اتنی تکلیف ہوتی ہے جب آپ کی محبت اپنی محبت کی بات پر نرم پڑ جائے۔زور آور کے تاثرات میں پھر سے وہی نرمی آئی جو ایلاف کے ذکر سے آیا کرتی تھی۔

"تمہیں غیرت نہیں آرہی یہ سب سن کر؟"امل نے فوراً سے بات بدلی۔

"نہیں، کیوں؟"

"میں تم سے کسی لڑکے کے بارے میں بات کررہی ہوں۔"

زور آور نے یہ سن کر آہ بھری۔

"اگر میں تم سے کسی لڑکی کے بارے میں بات کرتا تو تم کیا کرتیں؟"

اس نے الٹا سوال کیا۔

"سنتی، مشورہ دیتی۔" امل نے فوراً سے جواب دیا۔

"بالکل، میں بھی یہی کر رہا ہوں۔ میں خود کو اس گھر کا مرد کہتا ہوں، تو میرا فرض ہے کہ میں اتنا نرم ہو جاؤں کہ تم میرے پاس آ کر بات کرو۔ تمہاری جگہ مریم بھی ہوتی تو میں یہی کرتا۔ تمہارا دل ہے، اس پر اختیار نہیں ہوتا، کسی پر بھی اجاتا ہے۔"

اس نے اسے سمجھایا اور امل صرف سر ہلا کر رہ گئی۔ زور آور بہت کم نرم پڑتا تھا۔

"خیر، تم فکر مت کرو، میں اس لڑکے کا علاج ڈھونڈ لوں گا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ زمین سے اٹھا اور ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم نہیں کر سکتے، میں خود ہی کچھ کر لوں گی۔ میں بڑی ہو گئی ہوں اب۔"

امل کا لہجہ اب قدرے نارمل تھا۔

"مگر مجھے تو ابھی بھی وہی سات سال والی امل نظر آتی ہے، جو سکول کا بیگ اٹھانے پر سو نخرے کرتی تھی، جو سارا دن روتی رہتی تھی اگر میں اسے سکول نہ لے کر جاؤں۔"

اس نے اسے بچپن کے قصے یاد کرائے۔امل کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔وہ جانتی تھی وہ کس بارے میں بات کر رہا ہے۔زور آور اس کا سرخ چہرہ دیکھ کر ہنسنے لگا۔

"دفع ہو جاؤ، جہنم میں جاؤ۔"

یہ کہتے ہوئے وہ اٹھی اور کمرے سے نکل گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ہاں،پر تمہارے بغیر کیسے جاؤں جہنم میں؟"

اب امل بیرونی دروازے کی طرف جارہی تھی اور زور آور اس کے پیچھے۔دونوں ساتھ ساتھ اچھے لگتے تھے، پھر بھی کمبخت دل نے ایلاف کو چن لیا۔

"دیکھا، میں نے کہا تھا۔" مریم اور ایلاف جو کچن سے یہ منظر دیکھ رہی تھیں، مریم نے ایلاف سے کہا۔

"اب گھر جاؤ امل۔" اس بار زورآور نے سنجیدگی سے کہا تو امل نے سر اثبات میں ہلایا اور وہاں سے چلی گئی۔

زورآور واپس گھر کے اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی، امل سے بات کرتے اس کے چہرے پر ہمیشہ یہی رہتی تھی، اور یہ کہتا تھا کہ اسے ایلاف سے محبت ہے۔ ایلاف اور مریم سامنے رکھے صوفے پر بیٹھی تھیں۔ زورآور ان کی طرف آیا۔

"اماں کہاں ہیں؟" اس نے مریم سے پوچھا۔ اس کی آواز اب سخت نہیں تھی مگر لہجے میں مریم سے ہلکی سی ناراضگی تھی۔

"وہ خالہ کی طرف ہیں، شام تک آئیں گی۔" مریم کے کہنے پر وہ اثبات میں سر ہلاتا ہوا اوپر کی جانب بڑھنے لگا۔

"بھائی..." مریم کی آواز میں ڈر تھا۔ وہ جانتی تھی امل تو بھائی سے بچ گئی، وہ نہیں بچے گی۔

"ابھی نہیں مریم، ابھی نہیں۔" یہ کہتے ہوئے وہ اوپر بڑھ گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"یار یہ تمہارا بھائی بائپولر ہے کیا؟ ابھی تو خوش تھا۔" ایلاف نے پوچھا۔ اب وہ ان سب سے بیزار ہونے لگی تھی، اس کا پورا دن ضائع ہو گیا تھا۔

"نہیں بھئی، بس ایسے ہی ہیں، سخت سے۔"

"امل سے تو سختی نہیں کی، ایسے لے کر گئے تھے جیسے قتل کر دیں گے۔"

"یہ دونوں تو ایسے ہی ہیں۔ اگر بھائی امل کو ڈانٹتے تو امل بھائی کا سر پھاڑ دیتی۔ ہم سب بھائی سے ڈرتے ہیں، سوائے امل کے۔ وہ بھائی کو چار سنا کر ہی آتی ہے، اس لیے میری فیورٹ ہے۔"

"ویسے لگتے بھی ایسے ہی ہیں تمہارے بھائی۔"

زور آور، جو ابھی سیڑھیوں میں ہی تھا، اپنے اوپر تبصرہ سن کر ہلکا سا مسکرایا۔

اذہان کو ہوش تین گھنٹے بعد آئی تھی۔ سب لوگ اس سے مل کر گھر چلے گئے تھے، مگر نہ ماریہ اس سے ملی تھیں، نہ ملیحہ۔ ملیحہ کی ہمت نہیں ہو رہی تھی، اور ماریہ ملنا نہیں چاہتی تھیں۔ اس وقت ہسپتال میں آریان، ملیحہ، سونیا اور ماریہ موجود تھے۔

ہسپتال کے کمرے میں بیڈ پر اذہان لیٹا ہوا تھا۔اس کے قریب سونیا بیٹھی تھیں۔"تم ٹھیک ہو؟" سونیا نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔اس نے بس سر ہلا دیا۔

"آپ مام کو بلا دیں گی؟"اذہان نے سونیا سے پوچھا۔اس کی آواز دھیمی تھی، بولنے میں مشکل ہو رہی تھی۔

سونیا انکار کرنا چاہتی تھیں، مگر اس کی حالت دیکھ کر ایسا نہ کر سکیں۔وہ اٹھ کر باہر چلی گئیں۔

"تمہیں اذہان بلا رہا ہے، مارا۔"انہوں نے جذبات سے عاری لہجے میں کہا۔ماریہ نے رخ بدل لیا۔

"دیکھو، میں تمہیں بے بی سٹ نہیں کر سکتی، تو پلیز چلی جاؤ۔"

اس بار سونیا نے دھیمے لہجے میں کہا ماریہ اثبات میں سر ہلاتی ہوئی چل دیں۔

سونیا نے ملیحہ کی طرف دیکھا اور اسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔

"خالہ..."ملیحہ اس کے پاس آ کر اس سے لپٹ کر رونے لگی۔

"بس، بچے۔"سونیا نے اسے تسلی دی۔

دوسری طرف اذہان کے کمرے میں داخل ہوتے ہی ماریہ نے اسے پکارا۔

"اذہان۔"

اذہان نے آنکھیں کھولیں اور انہیں مسکرا کر دیکھا، مگر اگلے ہی لمحے اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔ماریہ نے اسے ایک زناٹے دار تھپڑ مارا تھا۔اس کا چہرہ دوسری جانب لڑکھا تھا

"!How dare you, Azhaan"

"مام..."اس نے بے یقینی سے ماریہ کو دیکھا۔"اذہان، تم نے سوسائیڈ کیوں کیا؟"انہوں نے اس سے سوال کیا۔اذہان ابھی تک صدمے میں تھا۔وہ کچھ کہنے لگا تھا اپنی صفائی پیش کرنا چاہتا تھا کہ اس نے خودکشی نہیں کی تھی، مگر ماریہ دوبارہ بول پڑیں۔اب ان کی آواز قدرے اونچی تھی۔

"میں نے تمہیں اس لیے پالا تھا؟اس لیے بڑا کیا تھا کہ تم اپنی جان لے لو؟ یاد رکھو، تمہاری جان تمہاری نہیں ہے۔میرا حق ہے اس پر۔میرا احسان ہے۔میں نے اس لیے تمہیں اپنی فیملی میں شامل نہیں کیا تھا کہ تم ایک دن اپنی جان لے لو۔"

وہ جذبات میں سب کچھ کہہ گئی تھیں، مگر اذہان کچھ بولنے کے قابل ہی نہیں تھا۔ایک لمحے کے لیے کمرے میں سکوت چھا گیا اس کے کانوں میں صرف ایک ہی لفظ گونج رہا تھا۔

"احسان"

اور اسی لفظ نے اسے ماریہ اور سونیا کا موازنہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ کیا اگر اس کی اپنی ماں ہوتی تو وہ بھی "احسان" کا لفظ استعمال کرتی؟۔ اس کا دل چاہا کہ وہ ماریہ سے پوچھے کہ کیا واقعی انہوں نے اس پر احسان کیا ہے؟ مگر وہ جانتا تھا کہ ماریہ سچ بول رہی تھیں۔ احسان ہی کیا تھا۔

"مام، میں نے کوئی سوسائیڈ نہیں کی۔"

اس نے سر نیچے جھکائے خرگوشی آواز میں کہا۔ ماریہ چند لمحے خاموش رہیں، پھر وہیں رکھے اسٹول پر بیٹھ گئیں۔

"تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں نہیں جانتا کیا ہوا۔ میں بس کھانا کھا کر تیار ہوا تھا اور... پھر میں گر گیا۔"اس نے وضاحت دی۔

"میں دیکھتی ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے وہ اٹھیں اور اذہان کے گال پر ہلکی سی تھپکی دے کر باہر نکل گئیں۔اذہان وہیں آنکھیں موندے سرہانے سے سر ٹکا کر بیٹھ گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"احسان کیا..."

"اپنی فیملی میں شامل کیا..."

یہ دو جملے مسلسل اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔

اسے ہمیشہ سے اپنا آپ اس گھر میں ایک مس فٹ لگا تھا،اور آج ماریہ کی باتوں نے اس کے اس یقین کو اور پختہ کر دیا تھا کہ وہ اس خاندان کا حصہ نہیں تھا۔

"اذہان..."اسے معلوم بھی نہ ہوا کہ سونیا کب آکر اس کے قریب بیٹھ گئی تھیں۔

"ماما..."آج اس نے بہت عرصے بعد انہیں ماں کہا تھا۔اس کی آواز بھیگی ہوئی تھی،اور اس میں برسوں کی حسرت چھپی ہوئی تھی۔

"اذہان..."سونیا کو پتا نہیں چلا کہ کب ان کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔انہوں نے دوبارہ اسے پکارا۔

"آپ نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟" اس نے صرف اتنا سوال کیا، اور سونیا وہیں پتھرا گئیں۔ یہ کیا پوچھ لیا تھا اس نے؟

"اذہان..." سونیا نے پھر سے اسے پکارا۔

"کیوں ماما؟ کیوں؟ آپ نے کیوں چھوڑ دیا مجھے؟۔ وہ کسی دیوانے کی طرح سوال کر رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اگلے ہی لمحے اس نے سرہانہ سر کے پیچھے سے ہٹا کر دیوار پر دے مارا۔ سونیا گھبرا کر اس کے قریب آئیں۔ انہوں نے اسے کندھوں سے تھامنا چاہا، مگر وہ سننے کو تیار نہیں تھا۔ جیسے اس پر کوئی جنون سوار ہو۔ وہ چیخ رہا تھا، چلا رہا تھا۔

سونیا نے بمشکل اسے قابو کیا اور اپنے ساتھ لگا لیا۔

"شش... بس، بچے۔" انہوں نے اس کا سر سہلایا اور ماتھے پر بوسہ دیا۔

اذہان کو اپنا بچپن یاد آ گیا۔ جب وہ نیا نیا پاکستان آیا تھا، ماریہ بھی اسی طرح آریان کا ماتھا چوما کرتی تھیں۔ ماریہ اس سے بہت پیار کرتی تھیں... مگر ماں تو نہیں تھیں۔

"آپ نے کیوں چھوڑا؟" وہ بار بار ایک ہی سوال دہرا رہا تھا، اور سونیا اسے تسلی دے رہی تھی۔ سونیا نے اس کی بگڑتی حالت کو دیکھا اور ڈاکٹر کو بلا لیا۔ ڈاکٹر نے اسے دوائیاں دے کر سلا دیا۔ کچھ دیر بعد دوائیوں کا اثر ہونے لگا اور وہ پھر سے سو گیا۔

ماریہ نے باہر آتے ہی آریان کو بلایا "بیٹا، مجھے گھر جانا ہے، ملیحہ کو بھی گھر چھوڑ دو۔"

"مام، بھائی..." آریان نے اذہان کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ ٹھیک ہے، اس کے پاس سونیا ہے۔ تم بس ہمیں گھر لے چلو،" یہ کہتے ہوئے ملیحہ کے پاس آئی جو دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

"چلو ملیحہ، اذہان سے کل مل لینا، صبح ہونے کو ہے۔" ملیحہ میں جواب دینے کی سکت نہیں تھی، اس لیے وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور باہر کی جانب بڑھنے لگی۔ ماریہ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔

"اس نے خودکشی نہیں کی ہے،" انہوں نے ملیحہ کو بتایا۔ ملیحہ نے فوراً سر گھما کر اسے دیکھا۔

"آنٹی، مگر سب کہہ رہے تھے۔۔۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

Clubb of Quality Content!

"سب کہہ رہے تھے، مگر اذہان نہیں، اور اذہان نے کہا ہے اس نے نہیں کی۔ اذہان جھوٹ نہیں بولتا۔" ملیحہ کے دل سے بوجھ سا اتر گیا تھا، مگر ایک خدشے نے دل میں جگہ لے لی تھی۔

"میں پتا کر لوں گی کس نے کیا ہے،" ماریہ نے اس کے ان کہے سوال کا جواب دیا۔ تو اس نے سر اثبات میں ہلایا اور گاڑی میں بیٹھ گئی۔ آریان بھی کچھ دیر بعد آیا اور گاڑی گھر کی طرف دوڑا دی۔

کچھ منٹ بعد وہ دارِ رئوفی کے باہر کھڑے تھے۔ ملیحہ اور ماریہ گھر کے اندر آ گئیں، جب کہ آریان ہسپتال واپس چلا گیا۔

"تم جا کر سو جاؤ،" ماریہ نے ملیحہ سے کہا اور خود اذہان کے کمرے کی طرف بڑھ گئی، جو اب قدرے صاف تھا۔ وہ بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر رکھی چیزیں ٹٹولنے لگی، اور وہاں نیند کی گولیاں پڑی تھیں۔ انہوں نے وہ اٹھا لیں اور کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

دارِ رئوفی پر صبح کا سورج کافی بھاری پڑا تھا۔ نہ یہاں وہاں بھاگتے ملازم، نہ کوئی ناشتہ۔ سب ملازم لاونج میں کھڑے تھے۔ سامنے ماریہ، عثمان، رانیا اور ملیحہ تھے۔

"تم میں سے کھانا کس نے دیا تھا؟" ماریہ نے آرام دہ آواز میں پوچھا۔ رونے سے آواز بھاری ہو گئی تھی، مگر اب وہ خود پر قابو پا چکی تھیں۔

ایک ملازمہ، جس کا نام ہیلن تھا، بولی، "میم، میں نے۔" اس نے ڈرتے سہمے ہوئے کہا۔

"یعنی تم نے اس کے کھانے میں نیند کی گولیاں ملائی تھیں؟" اسی اطمینان سے پوچھا گیا۔

"ن... ن... نہیں میم۔" ملازمہ نے بہت مشکل سے چند الفاظ ادا کیے تھے۔

"میم، رانیا میم اس وقت میرے ساتھ ہی تھیں جب میں نے کھانا تیار کیا تھا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ملازمہ نے وضاحت دی اور ماریہ نے رانیا کی طرف دیکھا، جس نے سرِ اثبات میں ہلا دیا۔ سب خاموش تھے۔ جانتے تھے کہ ماریہ کو اپنی اولاد عزیز ہے، اور اب اسی اولاد کو مارنے کی کوشش کی گئی تھی۔

"مجھے اوپر والے پورشن کی فوٹیج چاہیے۔"

ماریہ نے عثمان سے یہ کہتے ہوئے اٹھیں اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں، پھر کچھ یاد آنے پر پلٹیں اور ہیلن کے سامنے آکر پوچھا،

"وہ نئی لڑکی کہاں ہے؟"

"فار گاڈ سیک، مام! وہ بھائی کے آنے سے پہلے ہی جا چکی تھی۔"

رانیا نے ہیلن کے جواب دینے سے پہلے ماریہ کو جواب دیا۔ماریہ بس سر ہلاتی وہاں سے چلی گئی تھیں۔

ماریہ کمرے میں آئیں اور شیشے کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئیں۔ وہ اپنے پیچھے سیاہ آنکھوں والی عورت کو دیکھ سکتی تھیں، جس کے چہرے پر ایک سفاک مسکراہٹ تھی۔ماریہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہیں، پھر بڑبڑائیں،

"تم کیا چاہتی ہو؟"

سیاہ آنکھوں والی عورت مسکرائی اور بالکل اس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی، ایسے کہ ماریہ اب اس کی آنکھوں کی سفاکیت واضح طور پر دیکھ سکتی تھیں۔

"ان سب کی بربادی۔"

یہ کہہ کر سیاہ آنکھوں والی عورت کمرے کے دروازے سے باہر نکل گئی، اور ماریہ وہیں زمین پر بیٹھ گئیں۔ یہ پھر سے ان سب کو برباد کرنے آ گئی تھی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

بہترین کوالٹی کی کتب شائع کروانے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

03257121842

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842